بیادِ امامِ اہلِ سنّت مجدّدِ ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرّہ العزیز

سہ ماہی ممبئی

افکار رضا

اپریل تا جون ۲۰۰۳ء جلد ۹ شمارہ ۲ (۳۲) صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

''جب ہم برصغیر پاک و ہند کے دورِ آخر کے حالات کے تناظر میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات پر نظر ڈالتے ہیں تو خوش گوار حیرت ہوتی ہے کہ ان کی شخصیت میں بیک وقت شانِ مصلحیت، شانِ مجتہدیت اور شانِ مجدّدیت موجود ہے۔ جس طرح یہ تینوں سطحیں ان کی ذات میں جمع ہیں اسی طرح دینِ حق کی خدمت کے تینوں شعبے بھی ان کے کام میں جمع ہیں۔ جب آپ کی خدمات کا عقائد و مسلک کے باب میں جائزہ لیا جاتا ہے تو آپ مجدّد نظر آتے ہیں، فقہی خدمات کے اعتبار سے دیکھیں تو مجتہد نظر آتے ہیں اور اگر طریقت و تصوّف کے پہلو سے دیکھیں تو مصلح نظر آتے ہیں۔''

(پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ''حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی کا علمی نظم'' صفحہ ۱۵)

تحریک فکر رضا

۱۶۷، ڈم ٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸ (انڈیا)

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

اپریل تا جون ۲۰۰۳ء ٥ جلد ۹ شمارہ ۲ (۳۲) صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

مدیر: محمد زبیر قادری

منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Riza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,
Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,
NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: رابطہ کا پتہ:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: آفس کا پتہ:

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India

فون: 2343 9863 فیکس: 2388 9786

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza..net

پرنٹر پبلشر: محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ٹاپ پرنٹنگ پریس 18، شنکر بلڈنگ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008 سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

متوسلین رضا

OOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOOO

اخبارِ رضا

☆ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ مرکزی دارالافتاء'' الرضا مرکزی دارالاشاعت، بریلی شریف سے شائع ہوا ہے۔ صفحات ۴۲۴۔ ناشر ☆ مفتیٔ ہند کے عقیدت مندوں نے ایک نئی ویب سائٹ شروع کی ہے بنام www.Noori.org جو امام مصطفےٰ رضا ریسرچ سینٹر کے تحت کام کرے گی۔ ☆ امام مصطفےٰ رضا ریسرچ سینٹر نے بہارِ شریعت کے پہلے حصّہ کا ترجمہ انگریزی میں کر کے شائع کردیا ہے۔ ☆ مولانا غلام مصطفےٰ نجم القادری کو اُن کے مقالہ ''امام احمد رضا کا تصورِ عشق'' عنوان پر میسور یونی ورسٹی سے ۳۱ر دسمبر ۲۰۰۲ء کو پی. ایچ. ڈی کی ڈگری تفویض کردی گئی ہے۔ ☆ مولانا غلام غوث قادری نے ''امام احمد رضا کی انشاء پردازی۔ ایک تفصیلی مطالعہ'' عنوان سے رانچی یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔ ☆ مجلّہ ''انوارِ رضا'' جوہر آباد، پاکستان نے چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری کی ادارت میں ۵۱۲ صفحات پر مشتمل عظیم الشان تاجدارِ بریلی نمبر شائع کیا ہے۔ ☆ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے ماہنامہ ''معارفِ رضا'' کراچی کا خصوصی شمارہ (اپریل تا جون ۲۰۰۳ء) شائع کردیا ہے۔ اس مرتبہ انگریزی مضامین علیحدہ سے کتابی شکل میں شائع کیے گئے ہیں۔ ☆ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی نے شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری کی تصنیف ''صلاۃ الصفائی نور المصطفیٰ ﷺ'' کا عربی ترجمہ شائع کیا ہے۔ OOOO

کنزالایمان کی اشاعتِ اوّل

اور صدرالافاضل کی دُوراندیشی

از: شکیل احمد قریشی اعظمی برکاتی شمسی

خطیب وامام قادری مسجد گیٹ ۶ مالونی ملاڈ ویسٹ ممبئی ۹۵

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ (ولادت ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کا کنزالایمان فی ترجمۃ القران اردو کے تمام تراجم میں معیاری، ارفع و اعلیٰ ہے۔ آپ نے قرآن شریف کا اردو زبان میں کنزالایمان کے نام سے ترجمہ فرمایا جو ساری دنیا میں عزت کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ آپ نے اس مقدس کلام باری کے ترجمہ کا آغاز

''اور کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے ۱۹۱۲ء میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا۔'' مولانا احمد رضا خان نے یہ ترجمہ قرآن ۱۳۳۰ھ میں مولانا امجد علی اعظمی کے زبردست اصرار پر کیا۔ اس کا نام ' کنزالایمان فرترجمۃ القرآن رکھا گیا''۔

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف ص ۹۹، ۱۰۴ ماہ دسمبر جنوری ۲۰۰۳ء از مولانا ضیاء الرحمٰن عاکف سنبھلی)

یہ بھی صحیح ہے کہ صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء وفات ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) ہی کی دَین اور مرہونِ منت اور احسان ہے کہ کنزالایمان ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور ہم سب کے پیش نظر آیا۔ لیکن اس کی اشاعتِ اوّل میں کلیدی کردار جس کا ہے وہ حضرت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت ۱۳۰۰ھ ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) کی ذات گرامی ہے سب سے پہلے آپ ہی نے اعلیٰ حضرت کی تمام شرائط کو مدنظر رکھتے ہوئے منظر عام پر لایا اور سرزمین مراد آباد سے شائع فرمایا۔ کنزالایمان کی اشاعت اول کا سہرا صدرالافاضل کے سر ہے ورنہ نہ جانے کب کس حال میں کس دور میں شائع ہوتا، کچھ کہا نہیں جاسکتا تھا۔ آیئے ہم کنزالایمان کے اشاعت اول کی اجمالی روداد حضرت صدرالشریعہ کی زبانی ملاحظہ کریں حقیقت کیا ہے اور سب سے پہلے کنزالایمان کو شائع فرمانے والے کون حضرت ہیں۔ بحرالعلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ اعظمی شیخ الحدیث دارلاعلوم شمس العلوم گھوسی ضلع مؤ تحریر فرماتے ہیں۔

شرعی احتیاط واشاعت: ''حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ مولانا الشاہ ابوالعلا محمد امجد علی صاحب رحمۃ

اللہ علیہ نے خود مجھ سے بیان کیا کہ جب میں نے حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب سے اردو میں ترجمہ قران پاک کے لیے عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کی اشاعت کا مسئلہ سخت دشوار ہے کاتب از ابتداء تا انتہا باوضو رہے۔ تصحیح کرنے والے یہی اہتمام کریں! تصحیح بھی نکتہ نکتہ اور شوشہ شوشہ کی ہو، مشین طیب و طاہر رہے۔ مشین میں اور مشین چلانے والے مزدور سب باوضو رہیں۔ پتھر بنانے والے کاٹنے والے سب باوضو رہیں پھر اس کا فضلہ نہایت احترام سے ایسی جگہ دفن کیا جائے کہ بے ادبی نہ ہو۔ یہ سارے اہتمام کون کرے گا اور جب اشاعت ہی بظاہر ناممکن تو پھر ترجمہ سے کیا فائدہ؟

میں نے عرض کی ترجمہ رہے گا تو کوئی ایسا اللہ کا بندہ تیار بھی ہو جائے گا جو ان تمام احتیاطوں پر عمل کرے ورنہ بعد میں بے حد افسوس ہوگا۔ الغرض میری ہی جدوجہد سے اعلیٰ حضرت اس کام لے لیے تیار ہوئے اور عشاء بعد کا ٹائم دیا۔ سارا ترجمہ جو اعلیٰ حضرت نے املا فرمایا فقیر نے ہی لفظ بلفظ نقل کیا۔ اور حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب قبلہ وہی کاپی جو میں نے لکھی تھی۔ بریلی سے مانگ لے گئے اور اسے (کنزالایمان) شائع کیا۔ مولانا سید منظور احمد صاحب گھوسوی کا بیان ہے کہ اوپر جن جن احتیاطوں کا ذکر آیا ہے۔ حضرت صدرالافاضل نے ایک ایک پر عمل کیا۔ اس کے لیے نیا پریس خریدا پورا۔ عملہ مسلمان رکھا اور سب کو باوضو رہنے کا پابند بنایا۔ اور اس میں سے جو بھی کچرا یا پانی نکلتا نہایت احتیاط سے وہ ڈرموں میں جمع کیا جاتا اور پھر اسے جا کر شہر سے باہر دریا کے دھارے میں ڈال دیا جاتا۔

تصحیح میں بھی وہی اہتمام ملحوظ رکھا گیا۔ مثلاً ش کے تینوں شوشے درست ہیں اس پر تشدید کے نیچے زیر ہے ش کے تینوں نقطے مکمل ہیں۔"

(اطیب البیان فی رد تقویت الایمان ص ۱۶۵، ۱۶۶، طبع مکتبہ نعیمیہ دہلی ۶۔۱۹۹۸ء)

مذکورہ بالا حوالہ کی روشنی میں اب آپ حضرات غور کریں کہ آج کے دور میں کون اتنا اہتمام، احتیاط و پابندی کرے گا اور مزید یہ کہ پھر اپنے صرفِ خاص سے پریس لگوائے مزدور اور مشین چلانے والے رکھے مسلمان ہونے کے ساتھ باوضو رہنے کی تلقین فرمائے اور تمام کتابت و تصحیح کی ذمہ داری بھی قبول کرے۔ یہ صرف اور صرف صدرالافاضل کی ذات گرامی تھی۔ جو تمام شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو شائع فرمایا۔ اشاعت اوّل میں سرفہرست صدرالافاضل ہیں بعد میں دیگر مشتہرین۔

کتابوں کا لکھنا تو قدرے آسان ہے لیکن اشاعت بڑا مشکل امر ہے۔ مگر یہ اس دور کی بات ہے جب دولت کی اتنی فروانی نہیں تھی اس وقت صدرالافاضل نے یہ کام کر دکھایا۔ حضرت صدرالافاضل نے اشاعتِ اول فرما کر تمام نسخوں کو محفوظ و جمع فرما دیا اور مستقبل کے لیے آسانیاں فراہم ہوگئیں۔ آپ کے یہ

کارہائے نمایاں اعلیٰ حضرت سے عقیدت ومحبت کا صاف پتہ دیتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اہلسنت والجماعت کے عظیم محسن پر اور ان کی قبرانور پر رحم وکرم کے پھول برسائے درجات کو بلند فرمائے آمین۔

حضرت فخرالاماثل صدرالافاضل استاذ العلماء علاّمہ الحاج حافظ و قاری مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی قادری رضوی اشرفی قدس سرہٗ العزیز (ولادت ۱۳۰۰ھ وفات ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) مصنف تفسیر خزائن العرفان والکلمۃ العلیاء، نقش کربلا، کتاب العقائد، اطیب البیان وغیرہ۔

آج بھی آپ کے تلامذہ واسطہ بلاواسطہ پوری دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد اس اعتبار سے ہزاروں میں ہے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی (م ۱۹۲۱ء) کے دست راست اور خلیفہ تھے۔ اعلیٰ حضرت آپ پر کامل اعتماد فرماتے تھے۔

استاذ العلماء کی وضاحت:

حضرت مولانا مفتی شعبان علی صاحب نعیمی حبابی (سابق استاذ مدرسہ فخرالعلوم بلرام پور) فرماتے ہیں کہ ایک بار شہرت گڑھ میں جلسہ تھا۔ میں بلرام پور فخرالعلوم سے اور حضرت مولانا بدرالدین صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف سے بحیثیت مقرر مدعو تھے۔ میں جگہ مذکور سے شہرت گڑھ پہونچا اور بدرملت براؤں شریف سے۔ اسٹیج پر دونوں کی ملاقات ہوئی۔ پہلے میری تقریر ہوئی بعد میں اُن کی۔ میری تقریر جب ختم ہوئی تو اسٹیج کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ ہی حضرت مولانا بدرالدین صاحب کا بھی اعلان کردیں۔ میں نے اپنی بساط کے مطابق جو اچھا سمجھا ان القابات علاّمہ وفہامہ وفخامہ، استاذ العلماء کہہ کے مائک پر بلایا۔ بدرملت تشریف کرسی خطابت پر اور خطبہ پڑھا۔ درود کے بعد سب سے پہلے یہی ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شعبان علی صاحب نے جو میرے بارے میں استاذ العلماء کا لفظ استعمال کیا ہے یہ مجھے بالکل پسند نہیں، مجھے سخت ناگوار گزرا۔

بہرحال تقریر شروع فرماکر ختم کیا اور جلسہ ختم ہونے کے بعد ہم دونوں ایک ہی جگہ حجرے میں اکٹھا ہوئے میں نے بدرملت سے عرض کیا! حضرت میں نے لفظ استاذ العلماء آپ کی شان میں کہہ کر کوئی گستاخی تو نہیں کی جبکہ آپ اس کے متحمل ہیں۔ سینکڑوں کی تعداد میں طلباء عالم و فاضل بن کر آپ کے ہاتھ سے فارغ ہوئے اور نہ جانے کتنے عالموں کے استاذ ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ استاذ العلماء کے لائق نہیں ہیں۔ اس بات کے گواہ فیض الرسول اور مدرسہ غوثیہ بڑھیا ہیں۔ بدرملت حضرت مولانا بدرالدین صاحب قبلہ نے قیام گاہ میں ہی ارشاد فرمایا کہ۔ اس دور میں بھی اگر کوئی استاذ العلماء کے لائق یا استاذ العلماء کہے جانے اور کہلوانے کے لائق ہے تو وہ صرف اور صرف صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین

صاحب مراد آبادی کی ذات گرامی ہے وہی استاذ العلماء کہے جانے کے لائق ہیں۔ اور لفظ استاذ العلماء انھیں پر صادق آتا ہے اور ان کے ہی لیے خاص ہے''
(مسجد و مدرسہ فیضان رضا چارکوپ بموقع عرس صدرالافاضل ۲۳ فروری ۲۰۰۳ء)

صدرالافاضل کی دوربینی اور حافظ ملت :

''حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد عرس میں حافظ ملت حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب مراد آبادی، مبارکپور سے مراد آباد حضرت کے عرس میں تشریف لائے۔ اس وقت میں حافظ ملت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم میں پڑھاتے تھے آپ مدرسِ اوّل اور صدرالمدرسین تھے۔ عرس کی تقریب میں بموقع جلسہ حافظ ملت تقریر کے لیے کرسئ خطابت پر جلوہ بار ہوئے۔ اور اپنی ہی زبان سے حافظ ملت نے اپنا واقعہ دورِ طالب علمی کا اور حضور صدرالافاضل کا دوربینی و دور اندیشی کا تذکرہ فرمایا کہ۔

''جب میں ابتدائی تعلیم مدرسہ اہلسنّت جامع نعیمیہ مراد آباد حضرت صدرالافاضل کے پاس فارسی کی پہلی، فارسی کی دوسری، گلستاں، بوستاں، وغیرہ پڑھتا تھا۔ اور تعلیم حاصل کرتا تھا۔ میرے بچپنے کا عالم۔ حضرت صدرالافاضل جامعہ نعیمیہ میں نماز کے لیے وضو فرماتے اور کبھی کبھی بسا اوقات میرا گزر اُدھر سے ہی ہوتا۔ یا میں اُن کے آگے سے گزر جاتا۔ حضرت بشانِ کرم ارشاد فرمایا کرتے۔ عبدالعزیز تم سے دین کا بہت بڑا کام لینا ہے۔ میں اتنا سنتا اور آگے بڑھ جاتا۔ پھر کسی وقت میں وضو فرما رہے ہوتے اور میں گزر جاتا تو فرماتے۔ عبدالعزیز تم سے مذہب کا بڑا کام لینا ہے لیکن میں اس وقت کم سنی' طالب علمی، بچپن میں اس جملہ کا مطلب نہ سمجھ سکا کہ آخر حضرت صدرالافاضل کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے۔ میں اوّل درجہ کا طالب علم بھی تھا پھر اس وقت کی عقل و دانائی کا کیا عالم ہوتا ہے یہ آپ سبھی حضرات کو بخوبی اندازہ ہے۔

لیکن حضرت صدرالافاضل کی دور اندیشی و دوربینی کا مجھے اس وقت تو اندازہ نہ ہوا مگر اس جملہ کا اس طور پر اندازہ ہوا جب مبارکپور میں، مَیں نے الجامعۃ الاشرفیہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مقتدر علماء کرام و مشائخ عظام کے ہاتھوں سے رکھوائی۔ تب میں بخوبی سمجھ گیا کہ حضرت میرے اسی کام کو دیکھ رہے تھے اور بشانِ کرم فرمایا کرتے تھے ورنہ میرے جیسے تو بہت لوگ مدرس و استاذ ہیں۔ بے شمار لوگ عالم و فاضل ہیں اور دارالعلوم کے صدرالمدرسین و شیخ الحدیث ہیں پھر میری ہی کیوں تخصیص کہ میرے بارے میں فرما رہے ہیں مجھ جیسے تو ہزاروں لوگ ہیں۔ حضرت میرے اس کارخانہ ''الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور'' کو اپنی دوربیں نگاہوں سے ملاحظہ فرما رہے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ میرے ہاتھوں (حافظ ملت) سے یہ کام انجام پذیر ہوگا۔

کہ عبدالعزیز تم سے دین کا بہت بڑا کام لینا ہے۔ آج میں اس کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کررہا ہوں جو فرمان صدرالافاضل اپنی زبانِ فیض ترجمان سے میرے بارے میں برسوں پہلے جاری فرما گئے تھے۔ جو ہمارے سامنے الجامعۃ الاشرفیہ کی شکل میں ہے۔ ایسے روشن ضمیر اور دور اندیش صدرالافاضل تھے۔

یہ واقعہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے خود اپنی زبان سے صدرالافاضل کے عرس میں سرزمین مراد آباد پر بیان فرمایا تھا۔"

(بروایت مفتی شعبان علی نعیمی بموقع عرس صدرالافاضل چارکوپ کاندیولی مسجد فیضان رضا، ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ فروری ۲۰۰۳ بروز اتوار)

مولانا مختار سنبھلی اور صدرالافاضل:

"حضرت مولانا حکیم مختار احمد صاحب سنبھلی، حضور صدرالافاضل رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں جو پاکستان سے ہمیشہ بلاناغہ تین ہزار روپے کا منی آرڈر مرادآباد حضرت کے گھر صاحبزادوں کے پاس بھیجا کرتے تھے اور جب تک میرے مرشدِ برحق شہزادۂ صدرالافاضل حضرت مولانا سید اختصاص الدین صاحب باحیات رہے ان کے پاس منی آرڈر آتا رہا۔ بعد وفات ان کے صاحبزادے نبیرۂ صدرالافاضل مولانا سید رضوان الدین صاحب کے پاس وہی تین ہزار کا منی آرڈر آتا رہا۔ ہندوستان پاکستان کی جنگ ہوئی اس سے پہلے بھی جبکہ ہندو پاک تقسیم نہیں ہوا تھا۔ تب بھی مستقل آتا تھا۔ جب جنگ شروع ہوئی بٹوارہ کا سوال درپیش ہوا دونوں طرف سے ناکہ بندی ہوئی نہ اِدھر کی چیز اُدھر جاسکتی تھی اور نہ اُدھر اس وقت بھی حضرت مولانا مختار احمد صاحب سنبھلی براستہ کناڈا تین ہزار روپے خانقاہِ نعیمیہ میں بھیجا کرتے تھے۔ جب جنگ ختم ہوئی اور دونوں طرف سے آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا مولانا مختار صاحب پاکستان سے ہند تشریف لائے اور سیدھے صدرالافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مزار پُر انور پر حاضر ہوئے۔ مزار کے قریب ہی تین ہزار روپے جیب سے نکال کر رکھنے لگے۔ اتنے میں حضرت مولانا رضوان الدین صاحب آگئے اور پوچھا کہ یہ رقم آپ یہاں پر کیوں رکھ رہے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مولانا مختار صاحب نے کہا کہ یہ حضرت صدرالافاضل کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی دولت سے نوازا اسی وقت سے میں رقم بھیج رہا ہوں جب آپ نے چھیڑ دیا ہے تو روداد سن لیجئے اور حضور صدرالافاضل کی دوربینی کو دیکھئے۔

جب میں مرادآباد جامعہ نعیمیہ مدرسہ اہلسنت میں زیرِ تعلیم اور حضرت کے پاس پڑھتا تھا۔ حضرت مولانا اختصا الدین صاحب ابھی چھوٹے تھے انھیں اپنی گود میں کھلاتا تھا۔ فراغت کے بعد میں نے اپنے آبائی گاؤں سنبھل میں حکیمی دواخانہ (مطب) کھولا۔ ایک دو ماہ دوکان خوب چلی اور مریض بھی آتے

تھے۔ لیکن اس کے بعد دوکان بند ہوگئی۔ مریضوں کا آنا بالکل بند ہوگیا میں پریشان ہوگیا۔ حضور صدرالافاضل کی خدمت میں حاضر ہوااور عرض کیا حضرت! دوکان بالکل نہیں چل رہی ہے دعا فرمادیں یا تعویذ بنادیں یا کوئی کتبہ یا پانی پڑھ کر دے دیں تاکہ دوکان میں لگادوں اور چھڑک دوں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولانا مختار دولت تمہارے دروازے پر ہے کیوں فکر کرتے ہو سب ٹھیک ہوجائیگا۔ میں آیا اپنے گھر پھر کچھ دن دوکان پر رہا مگر بجائے دوکان کا حال سدھرنے کے دن بدن اور بگڑتا گیا پھر حضور صدرالافاضل کی بارگاہ میں پہونچا۔ وہی عریضہ پیش کیا پھر حضرت نے وہی بات دہرائی۔ فرمایا مولانا کیوں فکر کرتے ہو دولت تمہارے گھر پر ہے۔

میں سنبھل آگیا جب میں بالکل پریشان ہوگیا اور گھر کا خرچ پورا نہیں ہو رہا تھا تو میں نے مراد آباد سنبھلی کا مطب (دواخانہ) بند کردیا اور شہر رام پور میں دواخانہ کھولا۔ شروع شروع میں دوکان ماہ دوماہ خوب زوروں پر چلی مگر پھر دھیرے دھیرے بند ہونے لگی اور مریضوں کا آنا بھی ختم ہوگیا۔ میں رام پور سے حضرت صدرالافاضل کے پاس مراد آباد حاضر ہوا۔ اور سارا واقعہ دوکان کا بیان کردیا کہ۔ سنبھل کی دوکان بند کرکے اب رام پور میں ڈالا ہوں شروع میں تو چلی مگر وہی سنبھل والا حال اس کا بھی ہوگیا۔ مریض وغیرہ نہیں آتے ہیں اور گھر کا خرچ بھی نہیں چلتا لہذا کچھ کتبہ وغیرہ عطا فرمادیں تاکہ دوکان میں لگادوں اور مطلب چلے۔ حضرت صدرالافاضل نے پھر وہی جملے ارشاد فرمائے مولانا سب ٹھیک ہوجائے گا فکرمت کرو دولت تمہارے دروازے پر ہے۔

لیکن اپنا حال دن بدن بُرا اور دگرگوں ہوتا رہا۔ ہم لوگ دانے دانے کے محتاج ہوگئے گھر میں کچھ کھانے پینے کے لیے سامان نہیں۔ بچے بھوکے پیاسے یہاں تک کہ فاقہ کی نوبت آگئی۔ میں نے سوچا اب یہاں سے کوچ کر جانا یہی بہتر ہے۔ سنبھل میں مطب ڈالا نہ چلا اور اب رام پور میں ڈالا یہاں پر بھی وہی بالکل چلنے کا نام نہیں۔ چلو اب لاہور چلیں۔ اور وہیں پر مطب کریں گے۔ ہوسکتا ہے ان دونوں جگہوں کی بہ نسبت لاہور میں زیادہ فائدہ وترقی ملے اس وقت ہندو پاک الگ الگ تقسیم نہیں ہوا تھا۔ بہر کیف میں لاہور (پاکستان) پہونچا اور مطب (حکیمی دواخانہ) کھول دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دوا کی دوکان خوب چلی اور میں نے اچھا خاصا پیسہ کمایا داکٹھا کرلیا۔ جو بھی مریض میری دوکان پر آیا ایسا کبھی نہیں ہوا کہ شفایاب نہ ہوا ہو۔ جتنے بھی لوگ آئے سب کو صحت یابی نصیب ہوئی۔ کوئی بھی ایسا کبھی نہیں تھا جس کو میری دوا یا دوکان سے فائدہ نہ پہونچا ہو۔ ہمہ وقت مریضوں کی بھیڑ لگی رہا کرتی تھی۔ میں نے اتنا کمایا اتنا کمایا کہ دولت

مند آدمی بن گیا۔ تب مجھے حضور صدرالافاضل علیہ الرحمہ استاذ گرامی کے وہ مقدس جملے یاد آنے لگے کہ حضرت میرے اسی وقت کو دیکھ رہے تھے کہ آنے والا مستقبل روشن و تابناک ہوگا۔ یہ حضرت کی دعاؤں کا صدقہ وثمرہ ہے کہ میں اس منزل تک پہونچا اور اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں میں شفاء رکھی۔ یہ حضرت کی دوربینی و دور اندیشی تھی کہ انھوں نے میرے بارے میں بھانپ لیا تھا کہ ایک دور ایسا آئے گا اور مریض ٹوٹ پڑیں گے الحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔

جن جملوں کو میں اس وقت نہ سمجھ سکا تھا اب بخوبی سمجھ گیا کہ حضور صدرالافاضل کے ان جملوں سے کیا مراد تھی۔ کہ جو آج کل کی پریشانیاں ہیں یہ دور ہو جائیں گی اور خوب روپیہ کماؤں گا۔

اسی وقت سے میں نے دل میں پختہ ارادہ کرلیا کہ جب تک زندہ رہوں گا حضور صدرالافاضل قدس سرہٗ کے خانوادے کے پاس مسلسل تین ہزار روپے کا منی آرڈر ارسال کرتا رہوں گا۔ جن کے فیضانِ کرم سے میں یہاں تک پہونچا۔ یقیناً یہ حضور صدرالافاضل کا مجھ پر خاص کرم اور احسان ہے اور یہ ان کی دوربینی کے ساتھ ساتھ دوراندیشی ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**

(بقول مفتی شعبان علی نعیمی خطیب و امام سانتا کروز اسٹیشن مسجد عرس صدرالافاضل ۲۳ فروری ۲۰۰۳ء مسجد فیضان رضا چارکوپ کاندیولی ممبئی)

مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں حضور صدرالافاضل فخرالاماثل استاذ العلماء قدس سرہٗ العزیز کتنے عظیم الشان اور کتنے باعظمت و برکت تھے۔ ان کا ہر طریقہ کار تاریخی ادوار سے خالی نہیں جو ہم سب کے لیے مشعل راہ و ہدایت ہے خداوند قدوس ہم سبھوں کو بھی فیضیاب فرمائے آمین۔

یہ قصۂ لطیف ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب تھا
ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

(۵ مارچ ۲۰۰۳ء یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ بروز بدھ بوقت شام عصر)

شاہ ولی اللہ اور تصوف

دُرُّالثمین فی مُبشّرٰتِ النبی الأمین کا تجزیاتی مطالعہ

از: استاذ نوشاد عالم چشتی، اے۔ ایم یو علی گڑھ
رابطہ: ۳۷ سر سید ہال (ساؤتھ) اے ایم یو علی گڑھ یوپی

(یہ مقالہ انٹر نیشنل سمینار ۲۹/ ۳۰/ مارچ ۲۰۰۱ء، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز اے، ایم، یو علی گڑھ میں پڑھا گیا۔)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذات اہل علم کے لیے ہر دور میں مینارۂ نور رہی ہے۔ آپ کی شہرت عرب وعجم کی حدود میں مقید نہیں بلکہ آپ کی شخصیت عالمی ہے۔ پاکستان کے ایک معروف دانشور سید محمد فاروق القادری شاہ صاحب کی شخصیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر بارہویں صدی ہجری کے شب و روز اور ماہ و سال کو ایک شخصیت فرض کر لیا جائے تو وہ بلاشبہ بطل جلیل جامع علوم ظاہر و باطن، شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ذات رفیع الدرجات ہے۔ یوں تو برصغیر کی سرزمین نے بے شمار قابل فخر سپوت جنم دیئے ہیں۔ لیکن ان میں سے چند ایک نے پورے عالم اسلام پر اپنے گہرے اور ہمہ گیر اثرات چھوڑے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذاتِ والاصفات انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جن کی باکمال شخصیت آج بھی طالبانِ حق اور سالکانِ معرفت کے لیے قندیل راہ ہے۔'' [1]

اس ضمن میں مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کا بیان ہے کہ

''مفتی (عنایت احمد کاکوری) صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہایت محبت تھی۔ یوں فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی مثال طوبیٰ کی سی ہے اس کی شاخ ہر ایک جنتی کے گھر میں ہوگی۔ جس کے گھر میں طوبیٰ کی شاخ نہ ہو وہ جنتی نہیں'' [2]

حضرت میرزا جانِ جاناں علیہ الرحمۃ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے متعلق اپنے ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں (فارسی سے اردو ترجمہ):

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نیا طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و

معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے۔ ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علمائے ربانیون میں سے ہیں۔ محقق صوفیوں میں جو علمِ ظاہر اور علمِ باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنھوں نے علمِ نو کا بیان کیا ہے آپ کے مثل چند ہی افراد ہوئے ہیں۔'' ۳

اپنی خدا داد صلاحیت کی بنا پر آپ اپنی حیاتِ با برکات میں ہی عوام و خواص کے درمیان بہت مقبول اور انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے افکار و نظریات کی تشریح و اشاعت کے لیے تصنیفات و تالیفات اور مکتوبات و تحریرات کا ایک عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے جسے آج بھی اہل علم اپنے لیے ''حرز جاں'' بنائے ہوئے ہیں۔ مولینا حکیم محمود احمد برکاتی نے شاہ صاحب کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی جو فہرست دی ہے اس کی کل تعداد ۶۱ ہے۔ ۴ مگر ''القول الجلی'' کی دریافت کے بعد شاہ صاحب کی تصنیفات کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ ۵ شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ''دُرّ الثمین'' کو اہل علم نے کتب حدیث کے ضمن میں شمار کیا ہے۔ جو چالیس منامی احادیث پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب سہارنپور سے ۱۲۹۲ء بمطابق ۱۸۷۵ء میں شائع ہوئی ۶ کچھ عرصے تک یہ کتاب عربی ہی میں وقتاً فوقتاً چھپتی رہی۔ ۱۹۰۷ء میں عربی متن کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا مگر یہ کتاب ایک عرصے سے نایاب تھی۔ ۱۹۷۰ء میں سنی دارالاشاعت ڈچکوٹ روڈ لائل پور (موجودہ فیصل آباد) پاکستان سے علامہ غلام رسول صاحب نے نئی ترتیب و ترجمہ کے ساتھ درالثمین کو شائع کیا۔ جس میں شاہ صاحب اور ان کی تصانیف کے حوالے سے علامہ محمد اسلم قادری کا ایک ''وقیع'' مقدمہ بھی شامل ہے۔ جزوی ترمیم و اضافے کے ساتھ علامہ اسلم صاحب کا یہ مقدمہ معروف ولی اللّٰہی فکر کے دانشور سید محمد فاروق القادری کے ''انفاس العارفین'' پر لکھے ہوئے مقدمے ہی کی بازگشت ہے۔ علامہ اسلم صاحب لکھتے ہیں۔

''دُرالثمین'' کئی بار زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی، اہلِ دل اسے حرز جاں بنا کر پڑھتے رہے۔ آج (۱۹۷۰ء) سے تقریباً تریسٹھ سال پیشتر (۱۹۰۷ء میں) یہ کتاب مولوی سعید احمد صاحب مرحوم نے جناب سید ظہیر الدین المعروف سید احمد نواسۂ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ترجمہ کرا کے چھپائی۔ کچھ عرصے بعد اسی مسوّدہ کو سید عبدالغنی جعفری کلیمی ولی اللّٰہی (سجادہ نشین خانقاہ کلیمی محلی دہلی) خواہر زادہ سید احمد نے زیور طبع سے آراستہ کی تھی۔ یہ اردو ترجمہ بڑے قدیم انداز اور لفظی اسلوب میں تھا۔ جس سے بعض مطالب متن کے زیر بار ہو جاتے تھے۔ اور قارئینِ رسالہ کے لیے بعض مطالب

کے سمجھنے میں دقت تھی۔ اب ہمارے فاضل دوست حضرت علاّمہ مولینا غلام رسول صاحب فیضی نے بڑی محنت اور جانفشانی سے حضرت علاّمہ پیر کرم شاہ صاحب بھیروی ازہری کی نشاندہی کے مطابق اسے اردو لباس پہنا کر اس روحانی فیض کو اردو داں حضرات کے لیے عام کر دیا ہے'' ۷

میرے پیش نظر درالثمین کا فیصل آباد کے اشاعت کا ہی نسخہ ہے جو ٹائیٹل کے علاوہ کل ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ صفحہ ۳ تا ۲۳ علاّمہ محمد اسلم صاحب کا ''شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حالات و تصانیف'' کے عنوان سے مقدمہ ہے۔ صفحہ ۲۵ سے ۵۶ تک شاہ صاحب کی تحریر کردہ چالیس احادیث کا عربی متن اور نیچے اس کا اردو ترجمہ ہے نیز حاشیہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کا تحریر کردہ ہے، ص ۵۷ تا ۵۹ ''بعض اصطلاحات تصوف کے عنوان'' سے درالثمین کے حوالے سے توضیحی فہرست مرتب نے شامل اشاعت کیا ہے۔ صفحہ ۶۰ پر ''طریقۂ تلقین'' اور ''نفی و اثبات کا طریقہ'' سلسلۂ شاہ ولٰلہی کے مطابق تحریر کیا ہے۔ علاّمہ محمد اسلم ''درالثمین'' کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

''زیرِ نظر رسالہ ''درالثمین فی مبشرات النبی الامین'' شاہ صاحب کی ان مخصوص روحانی منازل کی نشاندہی کرتا ہے جس کی روشنی میں شاہ ولی اللہ دنیائے روحانیت میں بلند مقام پر چمکے۔ اس کتاب میں شاہ صاحب نے ان روحانی فیوضات کا تذکرہ کیا ہے جو انہوں نے براہ راست یا بواسطۂ شیخ و والد اور نبی علیہ السلام سے اکتساب کیے تھے۔ شریعت و روحانیت کے دقیق مسائل کو بذریعہ خواب، کشف یا قلبی کیفیت آقائے کائنات ﷺ سے دریافت کیا۔ ان احادیث یا کیفیات کے مطالعے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ شاہ صاحب کو دربارِ رسالت میں کس قدر رسائی تھی۔ نیز حضور ﷺ کو آپ پر کس قدر شفقت تھی۔ دنیا کی اکثر جلیل القدر شخصیتیں اس سعادت کو پالینے کے لیے کس قدر کوشاں رہیں کہ انہیں خواب میں ہی اپنے آقا و مولیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔ مگر شاہ صاحب کی رسائی کا یہ عالم ہے کہ ذہنی اور قلبی مشکلات کا حل دربارِ رسالت سے بالمشافہ طلب کیا جاتا ہے۔'' ۸

تجزیاتی اعتبار سے ان تمام مبشرات کا تعلق موضوعات کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ہیں۔

حدیث نمبر ا اور ۲۱ کا موضوع: حقیقت محمدیہ ہے۔

حدیث نمبر ۶/۱۲/۱۳/۱۵/۱۹/۲۴/۲۹/۳۰/۳۱/۳۴/اور ۴۰ کا موضوع نوازشات، اختیارات اور

تصرفاتِ مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

حدیث نمبر ۳ کا بنیادی موضوع حسنین کریمین کا تصرف اور فیضان سے ہے۔

حدیث نمبر ۴/۵/۲۰/۳۳ کا موضوع بارگاہ رسالت سے مختلف احادیث کی تشریح و تصدیق اور توضیح ہے۔

حدیث نمبر ۷ اور ۲۶ کا موضوع بارگاہ رسالت سے دفع اشکالات سے ہے۔

حدیث نمبر ۸ کا تعلق فضیلت شیخین کے بنیادی وجوہات کی تشریح سے ہے۔

حدیث نمبر ۹ کا تعلق مذہب شیعیت کی حقیقت سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۰ کا موضوع سلسلۂ شریعت اور سلسلۂ طریقت کے برحق اور مساویانہ حیثیت کے حامل ہونے سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۱ کا تعلق پابند شرع علما و محدثین کی آزاد طبع صوفیوں پر فضیلت سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۴/۱۶/۱۸/۲۲/۲۳/۳۲ کا موضوع اشغالات صوفیہ کے جواز سے ہے۔

حدیث نمبر ۱۷ کا تعلق قرآن کو تمام تر رعایت سے پڑھنے والا قاری کی فضیلت سے ہے۔

حدیث نمبر ۲۵ کا تعلق تصرفاتِ اولیاء کرام سے ہے۔

حدیث نمبر ۲۷/۲۸ کا تعلق نبی کریم کی حقہ سے ناپسندیدگی سے ہے۔

حدیث نمبر ۳۵/۳۶/۳۷/۳۸/۳۹ کا موضوع مشابکہ جو مصافحہ کا ایک خاص طریقہ ہے، سے ہے۔

درالثمین جو ضخامت کے لحاظ سے ایک مختصر رسالہ ہے مگر موضوعات کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ مبشرات کے موضوعات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی رسالے کی غرض و غایت کا پتہ چلتا ہے۔ اس رسالہ میں شاہ صاحب نے مختلف عنوان کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ شاہ اسحاق دہلوی علیہ الرحمۃ جو خاندان ولی اللٰہی کے ایک معروف فرد ہیں۔ جابجا اس رسالہ پر اپنا توضیحی حاشیہ لکھ کر مزید دلائل و براہین سے اس کو مستند بنایا ہے۔ مصائب و مشکلات میں روح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد کرنا، دفع اشکال یا اشغال صوفیہ کی تائید و تصدیق کے لیے مصطفےٰ جان رحمت کی طرف متوجہ ہونا شاہ صاحب کے معمولات میں شامل تھا جس کی تصدیق اس رسالے کے مختلف مبشرات سے ہوتی ہے۔

شاہ صاحب نے مبشرات کو بہت اعتماد اور یقین کامل کے ساتھ رقم فرمایا ہے اور ان مبشرات سے برآمد ہونے والے نتائج پر عمل پیرا ہو کر ملت اسلامیہ کی تقدیر کو سنوارنے میں پوری عمر مصروف جدوجہد رہے جیسا کہ ان کی دیگر تحریروں سے ثابت ہے۔

شاہ صاحب نے درالثمین کی ابتداء حمد باری تعالیٰ اور رسولِ رحمت کی تعریف و عظمت کے بیان

سے کی ہے۔ کلماتِ مسنونہ کے بعد اپنے معروف اسلوب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''اللہ کریم کے بندوں میں سے ایک بہت ضعیف بندہ احمد جو مشہور ہے ساتھ ولی اللہ بن عبدالرحیم عمر دہلوی کے، کہتا ہے کہ یہ چالیس احادیث ہیں نبی ﷺ کی حدیثوں میں جو خواب یا آنحضرت ﷺ کے روح کے مشاہدہ کی روشنی میں جمع کی گئی ہیں۔ اس رسالے میں بعض (حدیث) بلاواسطہ ہیں۔ بعض ایک واسطے سے اور بعض ایسی ہیں کہ میرے اور نبی علیہ السلام کے درمیان دو یا دو سے زیادہ واسطوں سے پہنچی ہیں۔ اس رسالے کا نام دُرِ ثمین فی مبشرات النبی الامین رکھا''۔ ۹

درالثمین میں شاہ صاحب نے نبی کریم سے کچھ براہ راست روایت بیان کی ہے۔ کچھ روایات اپنے والد گرامی شیخ الشیوخ حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی کے واسطے سے درج کیا ہے۔ نیز کچھ روایات اپنے عم محترم سے بیان کی ہے۔ ایک سے زائد واسطوں میں شیخ ابو طاہر، شفیع قناشی، شیخ احمد نخلی، شیخ عیسیٰ بن کنان خلوتی، یا شیخ ابو طاہر ہی کے نواسے سید السنہ احمد بن عبدالقادر، شیخ جمال قیرونی، شیخ یحیٰ خطاب، شیخ برکات خطاب مالکی، شیخ عبدالرحمٰن خطاب اور شیخ عبدالمعطی تونی کی سند سے روایت بیان کیا ہے۔ درالثمین کے یہ راویانِ ذی وقار جو اپنی طہارت قلب، پاکیزگیٔ نفس کے سبب روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔ ان کے مشاہداتِ روحانیہ اور قلبی کیفیات کو امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے شاہ صاحب نے تحریر فرما کر ''حقیقت محمدیہ'' کو اجاگر کر دیا ہے جو ایک وفادار امتی کا فریضہ ہے۔ شاہ صاحب نے اس رسالے میں کہیں رأیت النبی ﷺ فی المنام کا جملہ استعمال کیا ہے تو کہیں سألتہ ﷺ کا لفظ استعمال کیا ہے کہیں ''اخبر فی سیدی الوالد'' کہا تو کہیں بلغنی عن سیدی العم یا اخبر فی الشیخ ابو طاہر عن القشاشی'' کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ان روایات میں تصوف میں رائج سکہ بند اصطلاح جس میں مراقبہ، اشتغاثہ، توسل، استمداد، ذکر اذکار کے علاوہ مزاراتِ انبیاء و اولیاء کی زیارت و حاضری اور طلب حاجت وغیرہ تمام امور کی تائید و تصدیق کی گئی ہے۔

حدیثِ اوّل میں شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو آپ کی تین صورتِ مثالیہ مجھ پر ظاہر ہوئیں۔ صورتِ اوّل جسم مخروطی، صورتِ دوّم جسم مبطوح اور صورتِ سوم جسم عود ہے۔ پھر آپ نے ان تمام صورتِ امثالیہ کی ''تعریف'' بیان کی ہے۔ اور ان حقائق و معارف سے آگاہ کیا ہے جس تک ہر کس و ناکس کی رسائی ممکن ہی نہیں۔ ۱۰

دوسری حدیث میں نوازشاتِ رحمۃ اللعالمین کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

''میں ایک دفعہ شہر کھبات کی مسجد میں عصر کے بعد مراقبہ میں تھا تو روحِ مکرم ﷺ کو

مشاہدہ کیا کہ جلوہ گر ہوئے اور مجھ کو چادر اوڑھائی۔ اس وقت مجھ پر بہت دقیقے علومِ شریعت کے معلوم ہوگئے اور پھر زیادہ ہوتے گئے۔" ۱۱

ایک روایت میں حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تصرفات و اعانت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں قلم ہے ایسی کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھایا کہ مجھ کو قلم عنایت کریں۔ اور فرمایا "ھٰذا قلمُ جدی" یہ میرے نانا جان (ﷺ) کا قلم ہے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا (اس کو) امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنوار دیں۔ پھر امام حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلم کو درست فرما کر مجھے عطا فرما دیا۔ پھر چادر آئی اور امام حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر کو اٹھایا اور ارشاد فرمایا "ھذا رداء جدی رسول اللہ ﷺ" یہ چادر میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اور پھر مجھ کو اوڑھا دی۔ اُس روز سے میرا سینہ کھل گیا علومِ شریعت کے تصنیف کرنے میں۔ والحمد للہ" ۱۲

ایک روایت میں شاہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ

"آں حضرت ﷺ نے روحانی اشارہ سے اس فقیر کو مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے کہ تجھ میں اُمتِ مرحومہ کے ان شمائل کو جمع فرمائے جو ترک کر دیئے گئے ہیں۔" ۱۳

اس حدیث شریف کے الفاظ سے شاہ صاحب کی شخصیت کی جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے اسی لیے علمائے مصر نے آپ کو حجۃ اللہ علی الارض کے لقب سے نوازا اور آپ کی عظمت کا اعتراف کیا۔ درالثمین میں شامل بعض احادیث کے مطالعے سے جہاں شاہ صاحب کی روحانی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے وہیں بہت سے لطیف حقائق و معارف سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ چھ ۶ روایات اس میں ایسی ہیں جن میں شاہ صاحب نے براہ راست نبیٔ کریم ﷺ سے مختلف سوالوں کا جواب پوچھ کر قلبی تشفی حاصل کی ہے جس میں شیخین کی فضیلت کے اسباب، مذہبِ شیعیت کا بطلان وغیرہ شامل ہیں۔ شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

"سوال کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ ان مذہبوں اور ان طریقوں سے آپ کے نزدیک کون سا بہتر اور پسند ہے۔ تو آپ کی طرف سے میرے قلب میں فیض ہوا کہ سب مذاہب اور طریقے برابر ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔" ۱۴

واضح ہو کہ یہاں مذہب مراد مسالکِ اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ہیں۔ یوں ہی طریقے سے مراد سلسلہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے نزدیک تمام مذاہب اور سلسلۂ طریقت برحق ہیں۔ لٰہذا مقلدین ائمہ اربعہ یا متبعین سلسلۂ طریقت کو ہدفِ ملامت بنانا مناسب نہیں۔ یہ شاہ صاحب کے اعتقاد کے خلاف ہے۔ درالثمین کی تمام روایتیں اپنے اندر کشف و کرامات، توسل و تصرف، استمداد و اعانت وغیرہ کے دفتر لیے ہوئے ہیں۔ درالثمین کا قاری اس رسالے کے مطالعے کے بعد انتہائی حیرت کے ساتھ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس نذر و نیاز، درود فاتحہ، انعقادِ محفل میلاد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تصرفاتِ انبیاء و اولیاء کے قائل و عامل حضرت شاہ صاحب تھے وہ تمام رسومات و اعتقادیات اس صدی میں یک لخت مشرکانہ کیسے ہوگئیں۔ کیا شاہ صاحب نے ''شرک'' کی آبیاری کی ہے یا ''توحید'' کی حفاظت؟ شاہ صاحب اپنے والد گرامی سے انعقادِ محفل میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے درالثمین میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ۔

''میرے والد بزرگوار نے مجھے خبر دی، فرمایا کہ میں میلاد النبی (ﷺ) کے روز کھانا پکوایا کرتا تھا میلاد پاک کی خوشی میں۔ ایک سال میں اتنا تنگ دست تھا کہ میرے پاس بھنے ہوئے چنے کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے وہی بھنے ہوئے چنے لوگوں میں تقسیم کیے۔ تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے روبرو وہ بھنے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ بہت شاد و بشاش ہیں۔'' [۱۵]

شاہ ولی اللہ صاحب کے اس خاندانی معمولات پر ماضی قریب کے مستند بزرگ اور خانقاہی عالم شیخ الاسلام حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی ازہری علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

''اس سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ ولی اللہ اور آپ کے والد بزرگوار پابندی کے ساتھ میلاد مبارک کے دن خوشی کا کھانا اور شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور یہی حضرت شاہ عبدالعزیز اور آپ کے شاگردوں کا طریقہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔'' [۱۶]

''حقیقت محمدیہ'' کے متعلق شاہ صاحب اپنے والد گرامی سے ایک روایت درالثمین میں نقل کرتے ہیں کہ۔

''خبر دی مجھے والد بزرگ نے فرمایا مجھ سے میرے والد نے کہ جب مجھے نبی ﷺ کی یہ حدیث پہنچی کہ ''انا املح واخی یوسف اصبح'' یعنی مجھ میں ملاحت زیادہ ہے اور میرے بھائی یوسف میں صباحت زیادہ تھی۔ مجھے اس کے معنی میں حیرانی ہوئی۔ اس

واسطے کہ ملاحت تو عاشقوں کی بے قراری کا بڑا سبب ہے صباحت سے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مروی ہے کہ مصر کی عورتوں نے جب ان کا جمال دیکھا تو ہاتھ کاٹ لیے اور لوگ ان کو دیکھ کر مر گئے۔ مگر ہمارے نبی ﷺ سے اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں۔ تو میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور سوال کیا اس امر کا نبی ﷺ سے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے۔ اگر (میرا جمال) آشکار اور جلوہ گر ہو تو اس سے زیادہ حال لوگوں کا ہو جو یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا۔'' ۱۷

بقول امام احمد رضا ؎

حُسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

در الثمین میں شاہ صاحب نے اپنے اوپر ہونے والے فیوضات و برکات کا بڑی وضاحت اور مستند اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس کے مطالعے سے شاہ صاحب کو روحانیت میں جو بلند مقامات حاصل تھے اس کا بخوبی اندازہ لگتا ہے۔ شاہ صاحب جہاں ایک طرف شریعتِ اسلامیہ کے محافظ تھے وہیں سالکانِ طریقت کے امام و شیخ زمانہ بھی تھے۔ وہ اپنے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

''میں نے نور مجسم ﷺ سے روحانی سوال کیا کہ میرے لیے سببِ دنیا بہتر ہے یا ترکِ اسباب۔ تو آپ کی روحِ مبارک سے میری روح کو ایسا فیض ہوا جس سے میرا دل اسباب کی دنیا اور اولاد سے سرد ہو گیا۔ پھر ساعت کے بعد ایسا امر منکشف ہوا کہ میری طبیعت تو اسباب کی جانب، اور روح تفویض کی طرف مائل ہے'' ۱۸

''در الثمین'' کے تجزیاتی مطالعے کے حوالے سے علامہ محمد اسلم علوی صاحب کی اس قیمتی آرا کو نقل کر کے میں اہل علم حضرات کو متوجہ کرنا چاہوں گا کہ۔

''اس کتاب سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی محض روحانی کاوش کا ہی علم نہیں ہوتا بلکہ آپ کے اعتقادی حالات کی بڑی جامع شہادت ملتی ہے اور اس عقیدے کے ثبوت میں اس سے بڑھ کر اور کس دلیل کی ضرورت ہے کہ اہل اللہ کا رشتۂ دل اپنے آقا و مولیٰ سے کتنا ہوتا ہے۔ علم و خرد کی ساری پروازیں جہاں صف خیال تک پہنچ کر دم توڑ دیتی ہیں وہاں قلب روح کی لطف اندوزیاں پائے محبوب کے بوسے لیتے ہیں۔'' ۱۹

شاہ صاحب کا یہ رسالہ تصوف میں انتہائی بلند حیثیت کا حامل ہے۔ آپ نے اس رسالے میں ترتیب کے اعتبار سے نبی کریم سے اپنی براہ راست روایات کو درج کیا ہے۔ پھر والد گرامی کے حوالے سے روایات مندرج کی ہیں۔ پھر اپنے عم محترم اور اس کے بعد مستند اسناد کے ساتھ دیگر روایات جو دو یا دو سے زائد راویوں پر مشتمل ہیں ان کو لکھا ہے۔ اس طرح اس میں آپ نے اصول حدیث کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ چونکہ شاہ صاحب نے ان تمام روایات کو حدیث سے ہی تعبیر کیا ہے لہٰذا میں نے اپنے مقالے میں اس اصطلاح کو برقرار رکھا ہے کیونکہ شاہ صاحب خود ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ چالیس احادیث مبشرات سے ہیں جنہیں ہم نے اس مختصر رسالے میں جمع کر دیا ہے یہ سب اللہ کے فضل و کرم سے ہوا ہے۔" [۲۰]

شاہ ولی اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ برصغیر کے سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے درمیان بلاشبہ اتحاد و اتفاق کی ایک عظیم کڑی ہیں۔ اگر آج بھی ان کی مستند تحریرات کی روشنی میں مختلف مکاتب فکر کے علما مخلص ہوکر موجودہ انتشار کو ختم کرنا چاہیں تو انہیں نمایاں کامیابی مل سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شاہ صاحب کے افکار ونظریات کی روشنی میں دین اسلام کو سمجھنے اور ان کے تئیں مخلص ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

حوالہ جات

۱ انفاس العارفین (اردو)' مترجم سید محمد فاروق القادری اشاعت چہارم سنہ ندارد مکتبہ الفلاح دیوبند یوپی ص ۱ (تقدیم)

۲ تذکرۃ الرشید' مولف عاشق الٰہی، مولانا، اشاعت ۱۹۷۷ء ناشر مکتبہ خلیلیہ، مفتی اسٹریٹ، سہارنپور ص ۲۳۵ ج ۱

۳ کلمات طیبات' مرتب ابوالخیر محمد مراد آبادی، شیخ طریقت۔ اشاعت ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء مطبع مطلع العلوم مراد آباد ص ۸۶

۴ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان' مولف حکیم محمود احمد برکاتی، مولانا۔ اشاعت اوّل ۱۹۷۶ء ناشر مجلس اشاعت اسلام لاہور ص ۴۶ تا ۵۰

۵ القول الجلی کی بازیافت' مرتب عبدالحکیم شرف قادری، علامہ۔ اشاعت ۱۹۹۱ء ناشر رضا اکیڈمی لاہور، ص ۲۱، ۲۳

٦ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان' مؤلف حکیم محمود احمد برکاتی مولٰینا ص ۴۶

٧ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ اشاعت ۱۹۷۰ء ناشر سنی دارالاشاعت لائل پور پاکستان ص ۲۳

٨ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۲

٩ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۵۔۲۶

١٠ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۶

١١ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۸

١٢ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۸۔۲۹

١٣ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۳۰

١٤ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۳۳

١٥ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۴۰

١٦ القول الجلی کی بازیافت' مرتب عبدالحکیم شرف قادری، علامہ۔ ص ۵۹

١٧ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۳۸۔۳۹

١٨ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۳۱

١٩ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۲۳

٢٠ در الثمین ' مرتب غلام رسول، علامہ۔ ص ۵۵

کتابیات

۱۔ انفاس العارفین شاہ ولی اللہ۔ مترجم: سید محمد فاروق القادری دیو بند سنہ اشاعت ندارد

۲۔ القول الجلی کی بازیافت مرتب: عبدالحکیم شرف قادری لاہور ۱۹۹۱ء

۳۔ تذکرۃ الرشید مولف: عاشق الٰہی میرٹھی سہارنپور ۱۹۷۷ء

۴۔ در الثمین شاہ ولی اللہ مرتب: غلام رسول فیصل آباد ۱۹۷۰ء

۵۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان مرتب: حکیم محمود احمد برکاتی لاہور ۱۹۷۶ء

۶۔ کلمات طیبات مرتب: ابوالخیر محمد مراد آبادی مراد آباد

■■■■■

انحراف از حقیقت

مولانا غلام غوث قادری
فاضل شمسی و نظامی، ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈورنڈا، رانچی

آج مسلکی گروہ بندی اور تفریق بین المسلمین کا الزام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ ور اُن کے متبعین کے سر دھرا جاتا ہے اور حقیقت ناشناس عامۃ المسلمین کے اذہان کو پروپیگنڈے کے ذریعہ پراگندہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ مسلمانوں کے درمیان انتشار اور عامۃ المسلمین کی تکفیر امام احمد رضا خان اور ان کے متوسلین کی دین ہے' اور حقائق و نظائر سے صرفِ نظر یہ مغالطہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ علماء دیوبند کی تکفیر صرف امام احمد رضا اور ان کے متبعین ہی کرتے ہیں، وغیرہ۔

اس سلسلے میں اس کی وضاحت ضروری ہے کہ بالخصوص متحدہ ہند میں تفریق بین المسلمین کے ذمہ دار کون لوگ ہیں؟ انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء اسلام کے توسّل سے اسلامی فیضان سے مستفیض ہونے والے مسلمانوں پر کفر اور اس سے بڑھ کر شرک کے میزائل (فتوے) کس نے داغے؟ اور ان کے اس اندوہ ناک حملے کی تاب نہ لاکر کن کن لوگوں نے مدافعت کی؟

یہ مسلّمہ حقیقت ہے محمد ابن عبدالوہاب نجدی (و ۱۱۱۵ھ یا ۱۱۱۱ھ/۱۷۰۳ء) (م ۱۲۰۷ھ) یہودیت اور نصرانیت کا شکار ہوکر اصلاحِ معاشرہ کے لفافے میں گمراہ کن باتوں کو لوگوں کے درمیان پیش کرنے لگے۔ نتیجے کے طور پر بعض لوگ اُن کے ہم خیال ہوئے تو بہتیرے مخالف بھی۔ اسی ردّ و قبول کے ماحول میں انھوں نے اپنی پہلی فتنہ پرور "کتاب التوحید" تصنیف کی اور اس کے ذریعہ باضابطہ طور پر ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء سے اپنے نئے دین کا آغاز کردیا۔ بعد میں سعودی خاندان کے اشتراک سے زور پکڑا۔ شیخ نجدی نے "کتاب التوحید" کے ذریعہ توحید کا سہارا لے کر مسلمانوں کے ان اسلامی عقائد و نظریات پر حملہ کیا جسے اسلاف نے محفوظ صورت میں ہم تک پہنچایا تھا۔ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے والد شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) نہایت نیک، صحیح العقیدہ بزرگ اور مشہور عالم دین اور فقیہ تھے۔ اسی طرح محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب (م ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء) اپنے والد بزرگوار کے دین و مسلک پر قائم رہے اور اسلاف کے عقائد و معمولاتِ دینی کی حفاظت کرتے رہے۔ شیخ نجدی کے والد بزرگوار اور بھائی دونوں حضرات ان کی ان نازیبا حرکتوں اور بدمذہبی و گمراہی کی وجہ سے ان سے نالاں

رہتے اور ان کی سرزنش کرتے رہتے تھے۔

متحدہ ہند میں شیخ نجدی کے باطل عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کا کام سید احمد رائے بریلوی (و ۱۲۰۱ھ/م ۱۲۴۶ھ) اور مولوی اسمٰعیل دہلوی (و ۱۱۹۳ھ/ م ۱۲۴۶ھ/م ۱۸۳۱ء) نے انجام دیئے۔ چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے شیخ نجدی کی ''کتاب التوحید'' سے متاثر ہوکر ''تقویۃ الایمان'' نامی ایک کتاب لکھی۔ خیال رہے متحدہ ہند کے پُرامن اسلامی ماحول میں تفریق بین المسلمین کا پہلا میزائل یہی ''تقویۃ الایمان'' ہے۔ جس کی اشاعت نے علماء کرام ومشائخ عظام اور نیک صالح دین دار خواص وعوام کے قلوب کو مضطرب کردیا۔ اس کتاب نے اسلامی عقائد پر ضرب کاری لگائی اور غیر اسلامی افکار ونظریات منظر عام پر لاکر اسلام ومسلمانوں پر جارحانہ حملے کیے گئے۔ بے سروپا اسلامی معمولات پر نکتہ چینی کی گئی اور توحید کے سہارے انبیاء کرام واولیاء عظام کی توہین کی گئی جن کی وجہ سے خواص وعوام کے درمیان اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ جس کی پیشن گوئی بقول اشرف علی تھانوی خود مصنفِ کتاب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کردی تھی۔ ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:-

''مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' اوّل عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خورجوی کے کتب خانہ میں تھا۔ اس کے بعد مولانا (اسمٰعیل) نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص لوگوں کو جمع کیا جس میں سید صاحب، مولوی عبدالحیٔ صاحب، شاہ اسحٰق صاحب، مولانا یعقوب صاحب، مولانا فرید الدین صاحب مراد آبادی، مومن خان صاحب علوی، استاد امام بخش صاحب صہبائی اور مولانا مملوک علی صاحب بھی تھے۔ ان کے سامنے ''تقویۃ الایمان'' پیش کی گئی اور فرمایا: کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا الفاظ تیز بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً اُن امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے اور ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ، دس برس میں بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزمِ جہاد ہے۔ اس کام سے معذور ہوگیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں، اس لیے میں نے یہ لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہوجائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے، اگر آپ حضرت کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ورنہ اسے چاک کردیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور

ہونی چاہیے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیے ۔اس پر مولوی عبدالحئی صاحب' شاہ اسحٰق صاحب' عبداللہ خان علوی' مومن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اسی طرح شائع ہونی چاہیے۔ چنانچہ اسی طرح شائع ہوگئی......"

(حاشیہ "ارواحِ ثلٰثہ" از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ اشاعت العلوم سہانپور یوپی ص ۸۰،۸۱)

قارئین کرام! "ارواح ثلثہ" کی مذکورہ بالا عبارت کو ملاحظہ کریں اور خط کشیدہ جملوں کو ذرا غور سے دیکھیں کہ ابھی کتاب شائع بھی نہیں ہوئی کہ خود "تقویت الایمان" کے مصنف اپنے کارنامے کے بُرے نتائج کی پیش گوئی فرمارہے ہیں:-

"اس میں (یعنی تقویۃ الایمان" میں) **بعض جگہ ذرا الفاظ تیز آگئے ہیں اور بعض جگہ ذرا تشدد بھی ہوگیا ہے۔**"

اوران کے خبطی ہونے کا مکمل یقین اس وقت ہوجاتا ہے جب انھوں نے سلف صالحین کے عقائد و معمولاتِ دینی کو شرک کہہ کر اپنے اور چند اپنے متبعین کے سوا عامۃ المسلمین کو مشرک کہہ دیا۔ چنانچہ خود مصنف کا اگلا بیان ملاحظہ ہو:

"مثلاً اُن امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا ہے۔"

اوّلاً مصنف کتاب نے جن عقائد ونظریات کو شرک لکھا ہے اُن سے شرک کا قطعی تعلق نہیں ہے۔ مگر بقول مصنف اگر ہے بھی تو شرکِ خفی (خفی کا معنی پوشیدہ، چھپا ہوا، باریک) مگر مصنف نے شرکِ جلی (جلی کا معنی روشن، واضح، موٹا لکھا ہوا، وہ حروف جو صاف طور سے بولا جاسکے) کہا۔

کس قدر نازیبا حرکت ہے کہ دانستہ طور پر احکامِ شریعت میں تحریف کا جرم کیا۔ اورسر پیٹنے کا مقام تو یہ ہے کہ مصنف کتاب اپنے اس کارنامے کے بُرے نتائج سے بھی حاضرینِ مجلس کو باخبر کررہے ہیں۔ چنانچہ ارواحِ ثلثہ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:-

"ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی...... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لوگ لڑ بھڑ کر ٹھیک ہوجائیں گے۔......"

مصنف کتاب پر تو خبط سوار ہو ہی چکا تھا مگر اس مجلس کے حاضرین میں سے ایک کے سوا کوئی بھی اس مرض مہلک سے محفوظ نظر نہیں آتا ورنہ اس قدر بُرے انجام پر مبنی کتاب کو شائع کرنے کی تجویز منظور کرکے تفریق بین المسلمین کے مجرم نہیں ہوتے۔

بہر کیف کتاب "تقویۃ الایمان" شائع ہوگئی۔ اب اس کتاب کے بُرے نتائج کی ایک جھلک ملاحظہ ہو جس کی پیش گوئی خود مصنف کتاب نے کی تھی۔

اس سلسلے میں مصنف کتاب کے پس رو مولانا رشید احمد گنگوہی کا تاثر ملاحظہ ہو:۔

"اس "تقویۃ الایمان" سے بہت ہی نفع ہوا چنانچہ مولوی اسمٰعیل کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے اور ان کے بعد جو نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔" (ارواح ثلثہ (حکایات دیوبند) ص ۹۲)

اس سلسلے میں جناب رشید احمد گنگوہی صاحب سے جواب طلب کرنا چاہیے تھا اور آج ان کے وکیلوں سے طلب کرنا چاہیے کہ دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے، باقی ان کے علاوہ جو کثیر تعداد میں مسلمان تھے آخر وہ کیا تھے؟ غیر درست! گویا جن لوگوں نے "تقویۃ الایمان" کے مندرجات مبنی بر باطل عقائد و نظریات کو سلف صالحین، ائمہ کاملین کی متابعت میں تسلیم نہیں کیا وہ غیر درست رہے اور جن لوگوں نے ان شورش اور انتشار پھیلانے والی عبارتوں کو تسلیم کرلیا وہ درست ثابت ہوئے۔

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ مصنفِ کتاب کا جو مقصد تھا پورا ہوا۔ یعنی شورش، لڑائی جھگڑے اور فرقہ بندی سبھی کچھ ہوئے۔ جس کی پیش گوئی مصنف کتاب نے کی تھی۔ بہتیرے لوگ دھوکے میں آکر اپنے آبائی دین سے منحرف ہونے لگے اور ایک بڑا طبقہ جنھیں نادرست، مشرک و بدعتی کہا گیا جس میں حساس علماء کرام و مشائخ عظام اور خواص و عوام بھی شامل رہے، تڑپ اٹھے۔

چنانچہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ان گھناؤنے کارناموں کی شکایت علماء اہلسنت نے حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرۂ (و ۱۱۵۹ھ/ م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۴ء) سے کی تو حضرت موصوف نے اپنے غم و غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"میری طرف سے کہو اس لڑکے (اسمٰعیل) نامراد کو کہ جو کتاب "التوحید" بمبئی سے آئی ہے مَیں نے بھی اس کو دیکھا ہے اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ (کتاب) بے ادبی، بے نصیبی سے بھری پڑی ہے۔ مَیں آج کل بیمار ہوں، اگر صحت ہوگئی تو مَیں "کتاب التوحید" کی تردید لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم (اسمٰعیل) ابھی نوجوان بچے ہو ناحق شور و شر برپا نہ کرو۔"

(فریاد المسلمین ص ۹۰، انوارِ صداقت ص ۵۱۶ بحوالۂ دیوبندی مذہب)

محولہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان (و ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء ۔م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کی پیدائش سے بہت پہلے شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ نے ''کتاب التوحید'' کو پڑھ کر اس کے متعلق اپنی رائے واضح کردی کہ ''اس کے عقائد صحیح نہیں ہیں بلکہ وہ (کتاب) بے ادبی، بے نصیبی سے بھری پڑی ہے'' وغیرہ۔ اور اس کتاب کی تردید لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ اور اسمٰعیل دہلوی کو ''ناحق شور وشر'' برپا کرنے سے منع فرمایا۔

قارئین کرام! ''**ناحق شور وشر برپا نہ کرو**'' پر ذرا غور کریں کہ حضرت علاّمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اسمٰعیل دہلوی کے خیالاتِ باطلہ کی کس قدر تردید کی۔

حضرت علاّمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کی تنبیہ کے باوجود اسمٰعیل دہلوی اپنی نازیبا حرکتوں سے باز نہیں آئے تو حضرت موصوف نے ان کی نازیبا حرکتوں اور بُرے عقائد ونظریات کی وجہ سے نالاں ہوکر اپنی جائداد اور مال اپنے نواسوں اور حرم وغیرہ کو ہبہ کرکے قابض کرادیا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنے چچا حضرت علاّمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زندگی میں کچھ تو دبے رہے مگر جوں ہی حضرت موصوف کا وصال ہوا انھوں نے اپنے باطل عقائد ونظریات کی تحریک تیز کردی۔ تقلید ائمہ کرام کو حرام اور مجتہدین کرام کو فاسق ٹھہرایا، انبیاء کرام و اولیاء عظام کی شان میں توہین کی۔ اور اپنی تحریر وتقریر کے ذریعہ وہابیت کو بڑھاوا دینے لگے۔ ان کی اس فتنہ انگیزی سے انبیاء کرام، اولیاء عظام کی کھلے عام تحقیر اور امتِ مرحومہ کی تکفیر ہونے لگی تو پھر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے برادر زادے وشاگرد حضرت علاّمہ مولانا مخصوص اللہ محدث دہلوی قدس سرہ (م ۱۲۷۳ھ/۱۸۶۵ء) اور علاّمہ مولانا محمد موسیٰ دہلوی قدس سرہٗ نے (جو مولانا شاہ رفیع الدین (و ۱۱۶۳ھ/۱۷۵۰ء۔ م ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء) کے صاحبزادے اور حضرت علاّمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (و ۱۱۱۴ھ/م ۱۱۷۶ھ) کے پوتے اور خود مولوی اسمٰعیل دہلوی کے چچا زاد بھائی تھے) مولوی اسمٰعیل دہلوی کے باطل عقائد ونظریات کی پُر زور مذمت کرتے ہوئے ان کے ردّ میں فتاویٰ، رسائل مرتب کیے۔ جن میں مولوی اسمٰعیل کو ان کے باطل عقائد ونظریات کی وجہ سے گمراہ وکافر قرار دیا۔ اور حق کی پاسداری میں خاندانی رشتہ کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رکھا۔

حضرت علاّمہ مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی قدس سرہٗ نے ''تقویۃ الایمان'' کے ردّ میں ''مُعَیْدُ الایمان'' لکھ کر دنیا کے سامنے یہ ثابت کردیا کہ خود مولوی اسمٰعیل دہلوی کے خاندان کے افراد اُن کے ناروا کارنامے کی وجہ سے متنفر وبیزار ہیں۔

حضرت علاّمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگردوں نے جہاں مولوی اسمٰعیل کے

باطل عقائد و افکار کے ردّ میں پُر زور حصہ لیا وہیں اس دور کے ہوشمند، حساس، دیندار عوام و خواص کو بھی ان کے باطل عقائد و نظریات کے اظہار کا قلق کچھ کم نہ تھا۔ چنانچہ جب مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' شائع ہوگئی اور اس کتاب کے مندرجات کا دہلی و اطراف دہلی میں چرچا ہوا تو ایک صاحب نے مسئلہ شفاعت سے متعلق ''تقویۃ الایمان'' کی پوری عبارت نقل کر کے استفتاء کیا جس میں انھوں نے درجہ ذیل تین سوال قائم کیے:۔

۱۔ مُلّا اسمٰعیل دہلوی کا شفاعت سے متعلق یہ کلام حق ہے یا باطل؟

۲۔ مُلّائے دہلوی کا یہ کلام سرکار مصطفےٰ ﷺ کی شانِ عالی میں اہانت و گستاخی ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر مُلّائے دہلوی کا یہ کلام نبی اکرم و سرکارِ اولین و آخرین ﷺ کی تنقیص شان اور توہین پر مشتمل ہے تو قائل (اسمٰعیل) کا شرعاً حکم کیا ہے؟ اور وہ دین و ملت کے اعتبار سے کون ہے؟

یہ استفتاء حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ (و ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء۔ م ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) شاگرد رشید شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ (و ۱۱۶۷ھ/ ۱۷۵۴ء / م ۱۲۳۰ھ/ ۱۸۱۴ء) کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ آپ نے اس استفتاء کے جواب میں ایک کتاب بنام ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' تصنیف فرمائی اور ہر سوال کا جواب شرح و بسط کے ساتھ تحریر فرماتے ہوئے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو کافر و مرتد اور بے دین قرار دیتے ہوئے ۱۸ ررمضان المبارک ۱۲۴۰ھ بمطابق ۵ رمئی ۱۸۲۵ء کو شریعت کا یہ حکم صادر فرمایا کہ:۔

''قائل ایں کلام لا طائل از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است ہرگز مومن و مسلم نیست و حکم او شرعاً قتل و تکفیر است۔''

(سوانح اعلیٰ حضرت از علامہ بدرالدین ص ۱۵۸ و تحقیق الفتویٰ مطبوعہ لاہور ص ۲۳۴)

پھر علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ کے اس فتویٰ کو دیگر مشاہیر علماء دین و مفتیانِ شرع متین کے سامنے پیش کیا گیا تو دہلی کے مندرجہ ذیل اجلۂ علما کرام نے اس کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کافر و مرتد ہونے کی توثیق فرمائی۔

(۱) مولانا المتوکل علی اللہ محمد شریف (۲) مولانا الحاج محمد قاسم (۳) مولانا کریم اللہ (۴) مولانا فقیر محمد حیات الآری (۵) مولانا محمد رشید الدین (۶) مولانا مخصوص اللہ (۷) مولانا محمد رحمت (۸) مولانا عبدالخالق (۹) مولانا عبداللہ (۱۰) مولانا محمد موسیٰ (۱۱) مولانا خادم محمد (۱۲) مولانا احمد سعید مجددی (۱۳) مولانا محمد شریف (۱۴) مولانا محمد حیات (۱۵) مولانا صدرالدین (۱۶) مولانا رحیم الدین (۱۷) مولانا محبوب علی قدس اسرارھم۔

علامہ مولانا شاہ منورالدین دہلوی (م ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء) (مولانا آزاد کے والد بزرگوار کے نانا جان) حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ کے شاگردوں میں سے ہیں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ہم سبق بھی، چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد (و۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء۔م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) کا بیان ہے:

''مولانا اسمٰعیل شہید مولانا منورالدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انھوں نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''جلاء العینین'' لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علما میں ہلچل پڑگئی۔ ان کے ردّ میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ ہر سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔ متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ (۱۲۴۰ھ ہونا چاہیے) والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ ان (علامہ شاہ منور الدین قدس سرہٗ) کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ابتداء میں مولانا اسمٰعیل اور ان کے رفیق اور شاہ (عبدالعزیز) صاحب کے داماد مولانا عبدالحیٔ کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث وردّ میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسمٰعیل اور مولانا عبدالحیٔ تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علماء دہلی۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی'' ص ۵۶)

مزید انھیں کا بیان ملاحظہ ہو:-

''(مولانا منورالدین کی) ایک کتاب مجموعی طور پر ''تقویۃ الایمان'' ''جلاء العینین'' اور ''یک روزی'' کے ردّ میں ہے۔ اس میں ''تقویۃ الایمان'' کے تیس مسئلے مابہ النزاع منتخب کیے ہیں اور پھر تیس بابوں میں ان کا ردّ کیا ہے۔ ایک رسالہ اس باب میں ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کے عقائد کا ردّ خود ان ہی کے خاندان اور اساتذہ کی کتب سے کیا جائے۔ چنانچہ اس میں ہر مسئلے کے ردّ میں شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے اقوال سے اپنے نزدیک ردّ کیا ہے۔ ....''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۵۸)

ناظرین کرام! ابوالکلام آزاد کی محولہ بالا عبارتوں کو دیکھا کس قدر اپنے والد بزرگوار کے نانا جان (جو کہ اسمٰعیل دہلوی کے چچا حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کے شاگرد اور اسمٰعیل دہلوی کے ساتھی بھی ہیں) کی کارگردگی کو واضح طور پر بیان کیا کہ انھوں نے علماء ہند سے فتاویٰ مرتب کرائے پھر علماء حرمین

سے فتاویٰ منگوائے اور خود بھی اسمٰعیل دہلوی کے خاندان کے بزرگوں کی کتابوں کے حوالے سے اہلسنت کے ان معمولاتِ دینی کو جسے اسمٰعیل دہلوی نے کفر وشرک کہہ دیا تھا صحیح ثابت کیا اور اسمٰعیل دہلوی کے باطل افکار ونظریات کی تردید فرمائی۔

علامہ شاہ فضل رسول بدایونی (و ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۸ء/م۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء) شاگرد رشید ملک العلماء بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا عبدالعلی فرنگی محلی نے ''تقویۃ الایمان'' کے ردّ میں ''سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان'' (بوارق محمدیہ) لکھی جس میں محمد ابن عبدالوہاب نجدی، سید احمد رائے بریلوی اور مولویٔ اسمٰعیل دہلوی کے باطل عقائد وضلالت کی نشاندہی کرتے ہوئے شیخ نجدی کے مسلمانوں کے ساتھ ظلم وجبر اور قتل و غارت گری کا ذکر کیا۔ اور حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ اور دوسرے سترہ علماء کرام دہلی نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے متعلق کافر ومرتد کا جو متفق علیہ فتویٰ جاری کیا اس کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے ایک کتاب ''سیف الجبار'' (سن تصنیف ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء) تصنیف کی جس میں تحریر فرمایا ۔

> ''قائل ایں کلام لا طائل (مولوی اسمٰعیل دہلوی) از روے شرع مبین بلا شبہ کافر و بے دین ست ہرگز مومن ومسلمان نیست۔''

(سیف الجبار مطبوعہ لاہور آرٹ پریس، پاکستان ص ۸۷)

مولانا احمد سعید فاروقی نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ (و ۱۲۱۷ھ/۱۸۰۲ء ۔ م ۱۲۷۷ھ /۱۸۶۰ء) (استاد مولانا رشید احمد گنگوہی) نے بھی دوسرے علماء اہلسنت کی طرح وہابیت کی تردید کتابیں تصنیف کی۔ (۱) ''تحقیق الحق المبین'' فارسی زبان میں مولوی اسحٰق دہلوی (م۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء) ہم خیال اسمٰعیل دہلوی کی تصنیف ''مسائل اربعین'' کے ردّ میں لکھی۔ ''تحقیق الحق المبین'' کا اردو ترجمہ بزمِ رضا گوجرانوالہ پاکستان نے شائع کیا۔ (۲) ''سعید البیان فی مولد سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام'' اردو میں تصنیف کی۔ (۳) ''اثبات المولد و القیام'' یہ تصنیف میلاد شریف اور قیامِ تعظیمی کے ثبوت میں ہے۔ جسے مولانا حسین حلمی بن سعید نے مکتبہ ایشیق، ترکی سے شائع کی۔ (۴) ''الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف'' فارسی میں میلاد شریف کے ثبوت میں تصنیف کی۔ (۵) ''الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ'' فارسی میں تصوّرِ پیر سے متعلق تصنیف کی۔

مزید آپ نے حضرت علامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہٗ کی وہ تصنیف جو وہابیوں کے متعلق ہے ''المعتقد المنتقد'' پر تقریظ لکھ کر مصنفِ کتاب کو خوب سراہا اور حضرت علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ کی تصنیف ''تحقیق الفتویٰ'' کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے اسمٰعیل دہلوی کو کافر

ومرتد بے دین کہا۔

(تحقیق الفتویٰ فارسی مطبوعہ لاہور ص ۲۲۷)

آپ کس قدر وہابیت بیزار تھے اس کا اندازہ آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ کی تحریر سے واضح ہے، ملاحظہ ہو:-

''ولم یذکر احداً بالسوء الاالفرقة الضالة الوھابیه التحذیر الناس من قباحة افعالھم واقوالھم.''

ترجمہ :- حضرت شاہ احمد سعید کسی کی برائی نہیں بیان کرتے تھے مگر اس گمراہ فرقہ وہابیہ کی برائی بیان کرتے تاکہ مسلمانوں کو وہابیوں کے بُرے افعال واقوال سے بچائیں۔''

آگے رقمطراز ہیں:-

وکان قدس سرہٗ یقول ادنیٰ ضرر صحبتھم ان محبته النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم التی ھی من اعظم ارکان الایمان تنقص ساعته فساعة حتیٰ لایبقی منھا غیرالاسلام والرسم فکیف یکون اعلاہ فالحذر فالحذر من صحبتھم ثم الحذر الحذر من رؤیتھم۔

ترجمہ :- حضرت والا والد ماجد قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں سے میل جول کا معمولی نقصان یہ ہے کہ سرکار مصطفےٰ ﷺ کی محبت جو ایمان کا بہت بڑا رکن ہے وہ دھیرے دھیرے گھٹتی جاتی ہے یہاں تک کہ محبتِ نبوی تو ختم ہی ہوجاتی ہے صرف برائے نام اسلام رہ جاتا ہے (اور جب یہ معمولی نقصان ہے) تو بڑے نقصان کا عالم کیا ہوگا، لہٰذا وہابیوں کے میل جول سے بچو، دور بھاگو بلکہ ان کی صورت دیکھنے سے پرہیز کرو، دور رہو۔

(مناقب احمدیہ ومقاماتِ سعیدیہ ص ۱۶۷ وحاشیہ ص ۱۷۶)

حضرت علامہ مولانا شاہ خیرالدین قدس سرہٗ (و ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء ۔ م ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۸ء) والد ماجد ابوالکلام آزاد (و ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء ۔ م ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء): آپ کے علم وفضل کا چرچا نہ صرف متحدہ ہند بلکہ عرب میں بھی تھا۔ آپ نے کمالِ حق گوئی کا ثبوت دیتے ہوئے وہابیت کی پُر زور تردید و مذمت کی۔ ابوالکلام آزاد کا بیان ہے:-

''مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحئی مرحوم سے رنج (دینی) کی وجہ سے ان (مولانا خیر الدین قدس سرہٗ) کا بھی بڑا وقت وہابیوں کی مخالفت ہی میں صرف ہوا۔ مکہ (شریف) گئے اور وہاں بھی اس وقت سب سے بڑا چرچا یہی تھا۔ نجدیوں کا حملہ ابھی پرانا نہیں ہوا تھا اور بہت پولٹیکل اسباب بھی ایسے تھے

جن کی وجہ سے عرب و ترک دونوں وہابیوں سے سخت تعرض و نفرت رکھتے تھے۔ ان اسباب سے روز بروز والد مرحوم (مولانا خیرالدین قدس سرہٗ) کے اندر بھی یہ جذبہ قوی تر ہوتا گیا اور بالآخر ان کی تقریر و تحریر کا سب سے بڑا موضوع بن گیا۔ (مولانا) شیخ احمد دحلان (م ۱۲۹۹ھ/۱۸۸۱ء) نے ''الرد علی الوہابیین'' لکھا وہ بھی فی الحقیقت والد مرحوم کے خیالات کا عکس ہے۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۱۴۰)

آگے ان کا بیان ملاحظہ ہو:-

''جہاں تک مجھے خیال ہے وہ (مولانا خیرالدین قدس سرہٗ) وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے کہ انھوں نے بارہا فتوٰی دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ کسی حنفی کے لیے کسوٹی یہ تھی کہ اس سے سید احمد صاحب رائے بریلوی، مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا اسحٰق اور'' تقویۃ الایمان، ''صراط مستقیم''، ''مائۃ مسائل اربعین'' کی نسبت سوال کرتے اگر وہ شخص بدقسمتی سے ان بزرگوں اور کتابوں کے خلاف عقیدہ ظاہر کرنے میں ذرا بھی تامل کرتا تو بس یہ وہابیت کا قطعی ثبوت ہوتا۔

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی ص ۱۶۵)

مزید بیان ملاحظہ ہو:-

''اسی زمانے میں علمائے مکہ (شریف) نے والد مرحوم (مولانا خیرالدین) سے کہا کہ وہابی عقائد کی کتابیں اردو میں ہیں جنھیں وہ (علماء مکہ شریف) سمجھ نہیں سکتے۔ نیز نجدی عقائد کا بھی رد کافی طور پر نہیں ہوا ہے۔ شیخ احمد دحلان نے اس بارے میں خاص طور پر زور دیا اور اس طرح والد مرحوم نے ایک کتاب نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جو ان کی تصانیف میں سب سے بڑی ہے۔ اس کا نام ''نجم الرجم الشیاطین'' ہے۔ یہ دس جلدوں میں ختم ہوئی ہے اور ہر جلد بہت ضخیم ہے۔''

(آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی مرتبہ عبدالرزاق ملیح آبادی ص ۹۰)

افسوس کہ جس کتاب ''نجم الرجم الشیاطین'' کا ذکر ابوالکلام آزاد نے کیا ہے حضرت علامہ مولانا شاہ خیرالدین قدس سرہٗ کی حیاتِ طیبہ میں ہی صرف ۲ جلدیں سرکاری پریس مطبع میری سے شائع ہوئیں۔ باقی مسودہ ابوالکلام آزاد نے شائع نہیں کیا۔ اور شائع کیوں کرتے انھیں اپنے آباء و اجداد کے دین سے کوئی تعلق بھی تو نہیں تھا۔ وہ اسم بامسمّی بن کر رہے ''آزاد'' دین سے بھی آزاد ہو گئے تھے۔

مولانا عبدالرحمٰن فاروقی سلہٹی آسام: آپ کا تعلق ایک علمی خانوادہ سے ہے۔ آپ نے ۱۲۹۸ھ /۱۸۸۱ء میں مولوی نذیر حسین دہلوی کی تصنیف ''ثبوت الحق الحقیق'' کے رد میں کتاب ''سیف الابرار

المسلول علی الفجار" فارسی میں تصنیف فرمائی۔ جس کی اشاعت مطبع نظامی کانپور سے ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء میں اور ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء میں مکتب ایشیق، استنبول ترکی سے ہوئی۔ اپنی کتاب "سیف الابرار" میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کے متعلق رقمطرار ہیں:-

"اوّل کسے کہ بخلاف اہل سنت و جماعت انکار اجماع و قیاس کرد در ملک ہند و رخنہ انداز دین اسلام شد مولوی اسمٰعیل بود"

ترجمہ: ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے اہل سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہوئے اجماع و قیاس کا انکار کیا اور اسلامی عقائد میں توڑ پھوڑ کیا وہ مولوی اسمٰعیل دہلوی تھا۔

(سیف الابرار مطبوعہ ترکی ص ۳۳)

آپ نے اپنے رسالہ "سیف الابرار" کے صفحہ ۳۵ پر مولوی اسمٰعیل کی کتاب "صراط مستقیم" کی ایک عبارت نقل کرکے اس کی گمراہی کو واضح کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل دہلوی کو بارگاہِ رسول اکرم ﷺ کا گستاخ قرار دیا اور صفحہ ۳۶ میں ان کے کفر و ارتداد کو آشکار کرتے ہوئے بطور سند علامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ کے فتویٰ کا یہ حصہ بھی نقل فرمادیا۔ "قائل ایں کلام لاطائل (اسمٰعیل) از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست"۔

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی جو وہابیوں کے حامی اور مستند مورخ ہیں۔ علامہ مولانا عبدالرحمٰن سلہٹی کے متعلق رقمطراز ہیں:-

"الشیخ العالم الفقیہ عبدالرحمٰن بن محمد ادریس بن محمد کلیم العمری الحنفی السلھتی احد العلماء المشھورین بارض بنگالہ۔

ترجمہ:- استاد عالم فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد ادریس بن محمد کلیم العمری حنفی سلہٹی سرزمین بنگال کے مشہور عالم دین۔

آگے علامہ موصوف کی کتاب "سیف الابرار" کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"رسالة بالفارسية وهى فى الرد على "ثبوت الحق الحقيق" اثبت فيها وجوب تقليد الشخص المعين على الناس و شنع فيها تشنيعاً بالغاً علىٰ على السيد المحدث نذير حسين دهلوى صاحب "ثبوت الحق الحقيق" وعلى الشيخ الشهيد المجاهد الغازى فى سبيل الله اسمٰعيل بن عبدالغنى دهلوى صاحب تقوية الايمان وكفر الشيخ الشهيد."

ترجمہ:-''سیف الابرار'' فارسی زبان میں ایک رسالہ ہے جو (نذیر حسین دہلوی) کی کتاب ''ثبوت الحق الحقیق'' کے ردّ میں ہے۔ (علامہ عبدالرحمٰن نے) اس رسالہ میں ثابت کیا کہ (ائمہ مجتہدین میں سے) کسی معین امام کی تقلید مسلمانوں پر واجب ہے اور (علامہ عبدالرحمٰن نے) اس رسالہ میں سید محدث نذیر حسین دہلوی (وہابی) مصنف ''ثبوت الحق الحقیق'' اور شیخ شہید مجاہد غازی فی سبیل اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کی خوب خوب مذمت کی ہے اور شیخ شہید (اسمٰعیل دہلوی وہابی) کو کافر کہا ہے۔''

(نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم ص ۲۴۶ مطبوعہ حیدر آباد)

علماء عرب کی محمد ابن عبدالوہاب سے ناراضگی:

۷؍محرم الحرام ۱۲۲۱ھ/ ۲۸؍ مارچ ۱۸۰۲ء کو جمعہ کے دن چاشت کے وقت محمد ابن عبدالوہاب کی تصنیف ''کتاب التوحید'' علماء مکہ مکرمہ کے سامنے پیش کی گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جس وقت وہابیوں کا لشکر طائف کے مسلمانوں کا خون بہانے، ان سے مال و متاع لوٹنے اور مسجد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ڈھانے میں مصروف تھا۔ حضرات علماء مکہ مکرمہ نے بعد نمازِ جمعہ بابِ کعبہ کے سامنے ''کتاب التوحید'' کے باب اوّل کے ردّ بنام ''ہدایت مکیہ'' تحریر فرمایا۔ پھر عصر کی نماز پڑھنے کے بعد ''کتاب التوحید'' کے باب ثانی کی تردید لکھنے کی تیاری ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں شہر طائف کے مظلوم مسلمانوں کی ایک جماعت نے بیت اللہ شریف میں حاضر ہوکر بتایا کہ وہابی لشکر طائف کو اجاڑ کر اب مکہ شریف میں قتل و خوں ریزی کرنے کے لیے آرہا ہے۔ اس خبر کے پھیلتے ہی شہر مکہ شریف میں ہیجان برپا ہوگیا اور بابِ ثانی کی تردید لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اسی دن نمازِ عصر کے بعد مکہ شریف کے علماء، قضاۃ، مفتیان اور دیگر ممالک کے علماء جو حج کے لیے مکہ شریف آئے تھے اور عاشورۂ محرم کے انتظار میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب منبر مسجد کے اردگرد جمع ہوگئے۔ امامِ حرم حضرت علامہ مولانا ابو حامد قدس سرہٗ منبر پر چڑھے اور حاضرین کے سامنے نجدی کی ''کتاب التوحید'' کا باب اوّل اور اس کا ردّ جو علماء مکہ شریف نے لکھا تھا، دونوں کو پڑھ کر سنایا۔ پھر ارشاد فرمایا:-

''ایھا العلماء والقضاۃ والمفاتی سمعتھم مقالھم و علمتھم عقائد ھم فما تقولون فیھم ؟''

ترجمہ:- اے عالمو! قاضیو! مفتیو! آپ حضرات نے نجدی وہابیوں کا کلام سن لیا اور ان کے عقائد سے آگاہ ہوگئے تو اب وہابیوں کے متعلق آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟

اس پر حاضرین علماء کرام نے بالاتفاق جواب دیا کہ نجدی وہابی اپنے عقائد کفریہ کے سبب کافر ہیں۔ جسے علامہ مولانا احمد بن یونس باعلوی ''ہدایتِ مکیہ'' کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:-

فاجمع كافة العلماء والقضاة والمفاتي على المذاهب الاربعة من اهل مكة المشرفة وسائر بلاد الاسلام الذين جاء للحج وكانوا جالسين و منتظرين لدخول البيت عاشر المحرم وحكموا بكفرهم.

ترجمہ:- ''کتاب التوحید'' کے اقوالِ کفریہ سے آگاہ ہونے کے بعد مکہ معظمہ کے رہنے والے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی مذہب کے علماء، قضاۃ اور مفتیان نیز اسلامی ممالک سے آئے ہوئے وہ علماء و قضاۃ اور مفتیان جو حج کے بعد داخلۂ کعبہ کے لیے دسویں محرم کے انتظار میں رُکے ہوئے تھے سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ وہابی کافر ہیں۔''

(''سیف الجبار'' از مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، کے آخری صفحات پر)

ناظرین کرام! جب اسمٰعیل دہلوی کا باطل مذہب ردّ و قبول کی منزلوں سے گذرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا تو ان کے متبعین بھی اپنے طور پر تحریر و تقریر کے ذریعہ باطل افکار و نظریات پھیلانے لگے۔ تب علّامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے اس سلسلے کی اپنی تیسری کتاب ''المعتقد المنتقد'' (سن تصنیف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء) عربی زبان میں تصنیف فرمائی۔ جس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان و صراط مستقیم'' کے کفریہ مندرجات کی تردید کرتے ہوئے شریعت کے حکم کو واضح کیا۔ جس کی تائید و تصدیق (۱) حضرت علّامہ شاہ فضل حق خیر آبادی (۲) حضرت مولانا شاہ مفتی صدرالدین دہلوی (۳) سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ کبیر حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی (۴) حضرت مولانا حیدر علی فیض آبادی مصنف ''منتہی الکلام'' نے کی۔ اور اس کتاب پر پُر مغز تقریظات تحریر فرمائی۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تمام شخصیات اور ان کی آراء سے واقفیت ہو چکی۔ کیا اس کے بعد بھی یہ کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ امام احمد رضا خان اور ان کے متبعین کے ذریعہ تفریق بین المسلمین کو فروغ ملا۔ متحدہ ہند کے اجلہ علماء میں سے علّامہ شاہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ولادت سے ۳۲ سال پہلے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے ردّ میں ''تحقیق الفتویٰ'' نامی کتاب ۱۲۴۰ھ میں تصنیف فرمائی۔ جس میں اسمٰعیل دہلوی کو کافر و مرتد، بے دین قرار دیتے ہوئے ان کے قتل و تکفیر کا شرعی فتویٰ صادر فرمایا۔ جس کی تائید حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے صاحبزدگان مولانا شاہ مخصوص اللہ اور مولانا شاہ محمد موسیٰ نے اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مایۂ ناز تلامذہ مولانا شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدرالدین دہلوی، مولانا کریم اللہ دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی، مولانا محبوب علی دہلوی وغیرہم ۱۷ علماء کرام نے کی۔ اور اس فتویٰ پر

اپنی مہر توثیق ثبت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت علامہ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی نے ''سیف الجبار'' اور ''المعتقد المنتقد'' تحریر فرمائی اور مولانا عبدالرحمٰن سلہٹی نے ''سیف الابرار'' وغیرہ تصنیف فرمائی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے والد بزرگوار مولانا شاہ خیر الدین قدس سرہٗ نے تو وہ کارنامہ انجام دیا کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد کہ ''روز بروز والد مرحوم کے اندر بھی یہ جذبہ قوی تر ہوتا گیا اور بالآخران کی تقریر وتحریر کا سب سے بڑا موضوع (ردّ وہابیہ) بن گیا۔''

بہر کیف جب ہم ماضی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہی نظر آتا ہے کہ علماء وخواص و عام سب کی یہی کیفیت تھی اور کیوں نہ ہو بھلا کوئی دین دار اپنے سچے دین کی توہین کیسے برداشت کرسکتا ہے۔

آمد برسر مطلب:

بالآخر ۱۲/ر جمادی الاوّل ۱۳۱۲ھ/۱۲/ر اکتوبر ۱۸۹۴ء میں محمد فضل المجید فاروقی بدایونی نے بدایوں شہر سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں ایک استفتاء ارسال کیا۔ ملاحظہ ہو:-

''کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو تقلید ائمہ اربعہ کو شرک کہتے ہیں، جس مسلمان کو مقلد دیکھیں اسے مشرک بتاتے ہیں۔ دہلی والے اسمٰعیل مصنف ''تقویۃ الایمان'' و ''صراط مستقیم'' و ''ایضاح الحق'' و ''یک روزی'' و ''تنویر العینین'' کو اپنا امام و پیشوا بتاتے ہیں۔ اس کے اقوال کو حق و ہدایت جانتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہمارے فقہائے کرم و پیشوایانِ مذہب کے نزدیک ان پر اور اُن کے پیشوا پر حکمِ کفر لازم یا نہیں۔ بینوا توجروا!

اس سوال کا مدلل جواب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے ۱/۸ سائز میں ۶۲ صفحات پر مشتمل رسالہ ''الکوکبۃ الشہابیہ'' کی صورت میں رقم کیا۔ اس کے آخر میں رقمطراز ہیں:-

''بالجملہ ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز کی طرح ظاہر و باہر کہ اس فرقۂ متفرقہ یعنی وہابیہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتویٰ اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے تمام کفریاتِ ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سرِنو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب۔ اگرچہ ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار ومرضی ومناسب۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

(الکوکبۃ الشہابیہ ص ۶۱، ۶۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ نے بھی علماء سابقین وہم عصر کی طرح دین

کا فیصلہ نہایت احتیاط کے ساتھ رقم فرمایا جیسا کہ مطالعہ سے گذرا۔ معاملہ صرف مولوی اسمٰعیل اور ان کی کتابوں پر ہی ختم نہیں ہوجاتا ہے۔ بلکہ شیخ نجدی اور اسمٰعیل دہلوی کے متبعین و ہم نوا علماء دیوبند کی جانب سے روز بروز نو مولود فتنے شورش میں اضافہ کرتے رہے۔

چنانچہ جب مولوی قاسم نانوتوی نے یہاں تک لکھ دیا کہ:۔

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوجائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔ وغیرہ"

(تحذیر الناس، ص ۲۵ کتب خانہ رحیمیہ، دیوبند)

اور ایک کتاب "براہین قاطعہ"، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی جس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی زوردار تصدیق و تقریظ موجود ہے، جس میں درج ہے:۔

"شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نصِ قطعی ہے۔" وغیرہ

(براہین قاطعہ ص ۵۵ کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

قارئین کرام! خلیل احمد انبیٹھوی اور ان کے موئد رشید احمد گنگوہی کی جرأت دیکھیں کہ اگر عقل میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ علمِ غیب رسول اللہ ﷺ کو ہے اور اس کے اقرار سے انھیں مشرک ہونے کا خدشہ تھا تو شیطان کا علم غیب کیسے تسلیم کرلیا۔

اور مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک رسالہ "حفظ الایمان" ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آیا جس میں لکھا:۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علمِ غیب تو زید، عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان ص ۸ اشرفی بک ڈپو، دیوبند)

قارئین کرام! مذکورہ بالا اور ان جیسے دیگر مندرجات علماء دیوبند کی وجہ سے بالخصوص متحدہ ہند کے

مسلمانوں میں شورش کا بازار گرم ہوگیا اور کیوں نہ ہو ؎

محمد کی محبت دین حق کی شرط اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نا مکمل ہے

یہی وجہ تھی کہ علماء اہلسنت تقریر وتحریر کے ذریعہ مذکورہ کتابوں کی عبارتوں کی ضلالت کو واضح کرتے رہے اور علماء دیوبند سے مطالبہ کرتے رہے کہ یا تو ان عبارتوں کا صحیح مجمل واضح کیجئے یا پھر توبہ کرکے ان عبارتوں کو ختم کردیجئے۔ اس سلسلے میں رسائل لکھے گئے، خطوط بھیجے گئے۔ چنانچہ مکتوبات امام احمد رضا میں بھی اس سلسلے کا خط موجود ہے، دیکھا جاسکتا ہے۔ آخر کار جب علماء دیوبند اپنے پیشوا محمد ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی متابعت پر قائم رہے اور علماء اہلسنت کی کامل فہمائش پر کان نہیں دھرے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے ''تحذیر الناس'' کی تصنیف کے تیس ۳۰ سال بعد ''براہین قاطعہ'' (سن اشاعت ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء) کی اشاعت کے تقریباً سولہ سال بعد اور ''حفظ الایمان'' (سن اشاعت ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کی اشاعت کے تقریباً ایک سال بعد (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء) میں ''المعتقد المنتقد، (تصنیف حضرت علامہ شاہ فضل رسول بدیونی) پر حاشیہ کا اضافہ کرکے ''المعتمد المستند'' (۱۳۲۰ھ) نام رکھا۔ مرزائے قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین کے متعلق (ان کی توہین کرنے والی عبارتوں کی بنا پر) کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

۱۳۲۴ھ میں امام احمد رضا خان قدس سرہٗ نے ''المعتمد المستند'' کا وہ حصہ جو فتویٰ پر مشتمل تھا علماء حرمین طیبین کی خدمتِ بابرکت میں پیش کیا۔ جس پر وہاں کے ۳۰ جلیل القدر علماء کرام نے پُر زور تقریظات لکھیں اور کھلے لفظوں میں تحریر کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ساتھ افرادِ مذکورہ بلاشک دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ان تقاریظ وتصدیقات کو خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ نے مرتب فرما کر ''حسام الحرمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے شائع کردیا۔

اب بجائے ان غیر اسلامی افکار ونظریات سے پُر عبارتوں کی اصلاح اور توبہ کے علماء دیوبند کی ایک ٹیم نے ''حسام الحرمین'' کا اثر زائل کرنے کے لیے رسالہ ''المہند المفند'' ترتیب دیا۔ جس میں بڑی چالاکی سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علماء دیوبند کے وہی عقائد ہیں جو اہلسنت کے (حالانکہ باعثِ نزاع عبارتیں متعلقہ کتابوں میں من وعن موجود ہیں جن سے گستاخی واضح ہے)۔

تب صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مفتی شاہ نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) نے علماء دیوبند کی تقیہ بازی کو ''کتاب التحقیقات لدفع التلبیسات'' کے ذریعہ واضح کیا۔

علماء دیوبند نے یہ بھی شوشہ چھوڑا کہ چوں کہ یہ جن کتابوں پر علماء اہلسنت کا اعتراض ہے وہ اردو میں ہیں اور علماء حرمین (جو کہ اردو سے نا آشنا ہیں) کو مغالطہ دے کر تصدیقات حاصل کر لی گئیں۔ ہندوستان کے علماء میں کوئی بھی "حسام الحرمین" کا تائید کرنے والا نہیں۔

تو شیر بیشۂ اہلسنت علامہ مولانا مفتی شاہ حشمت علی خان قدس سرہٗ (م ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء) نے متحدہ ہند کے دو سو پچاس سے زائد مشاہیر علماء کرام و مشائخ عظام کی "حسام الحرمین" کے لیے تصدیقات یکجا کر کے "الصوارم الہندیہ" کے نام سے شائع کر دی۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ سمجھنا بالکل آسان ہو جاتا ہے کہ شیخ نجد اور ہند میں ان کے جانشین مولوی اسمٰعیل دہلوی سے اشرف علی تھانوی تک کے اکابر وہابیہ کی تردید پوری صدی میں جمہور علماء اہلسنت نے کی، کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

ہاں! البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ نے نمایاں خدمت انجام دی۔ مگر تحریک ردّ وہابیہ کو کمزور ثابت کرنے کے لیے یہ کہنا کہ صرف امام احمد رضا خان نے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا جو مذکورہ بالا نگارشات کی روشنی حقیقت سے چشم پوشی ہے۔

ناظرین کرام جس قدر وضاحت ضروری تھی ہوگئی مگر جس قدر ممکن ہو سکے علماء دیوبند کی مذکورہ کتابیں ضرور دیکھیں تا کہ اعتماد مزید راسخ ہو۔

علماء دیوبند اور ان کے پیشوا کی چند قابل مذمت کتابیں

کتاب		مصنف
(۱) کتاب التوحید	مصنف	محمد ابن عبدالوہاب نجدی (کم یاب)
(۲) تقویۃ الایمان	مصنف	مولوی اسمٰعیل دہلوی (مارکیٹ میں موجود)
(۳) تحذیر الناس	مصنف	مولوی قاسم نانوتوی (خود ساختہ بانی دارالعلوم دیوبند)
(۴) براہین قاطعہ	مصنف	خلیل احمد انبیٹھوی مؤید رشید احمد گنگوہی (مارکیٹ میں موجود)
(۵) حفظ الایمان	مصنف	اشرف علی تھانوی (مارکیٹ میں موجود)
(۶) صراط مستقیم	مصنف	اسمٰعیل دہلوی (مارکیٹ میں موجود)
(۷) فتاویٰ رشیدیہ		از مولانا رشید احمد گنگوہی (مارکیٹ میں موجود)

دیوبندیوں کی فقہ حنفی سے جہالت

از: اصغر علی مصباحی، مقام بسولی، بہار

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سنی دیوبندی اختلاف میلاد۔ قیام۔ فاتحہ و نیاز۔ ایصال ثواب۔ عرس۔ چادر پوشی۔ علم غیب۔ حاضر و ناظر۔ وغیرہ امور کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں سنی دیوبندی اختلاف کی بنیادی وجہ نہیں ہیں جیسا کہ اس بات کا اعتراف دونوں جماعت کے افراد کو ہے۔

مشہور دیوبندی مناظر مولوی منظور نعمانی اختلاف کی بنیادی وجہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"شاید بہت سے لوگ ناواقفی سے یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی، فاتحہ و تیجہ، دسواں بیسواں، چالیسواں و برسی وغیرہ کے رسوم کے جائز اور بدعت اور غیر بدعت ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظریاتی اختلاف ہے دراصل دیوبندی بریلوی اختلاف ہے۔ مگر یہ سمجھنا صحیح نہیں ہے۔" (فیصلہ کن مناظرہ صفحہ نمبر ۵)

جماعت اہل سنت کی عظیم ہستی شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری سنی دیوبندی اختلاف کی اصل وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بریلوی (اہل سنت) دیوبندی اختلاف کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے یہ دوسری بات ہے کہ عوام مغالطہ دینے کے لیے ایصال ثواب، عرس، گیارہویں شریف، نذر و نیاز، میلاد شریف استمداد، علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر وغیرہ مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اختلاف انھیں مسائل میں ہے۔ حالانکہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے بلکہ بنائے اختلاف وہ عبارت ہیں جن میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں کھلم کھلا گستاخی و توہین کی گئی ہے۔ (حسام الحرمین صفحہ نمبر ۵)

لیکن دیوبندی حضرات عوام کو اصل اور بنیادی وجہ بتانے سے گریز کرتے ہیں اور سادہ دل عوام کو اس بات کا باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سنی دیوبندی اختلاف میں کوئی بنیادی وجہ نہیں ہے بلکہ صرف فروعیات میں اختلاف ہے۔ اور یہ لوگ پڑھے لکھے عوام کے سامنے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتابوں سے عبارت نقل کر کے اس کا غلط مفہوم بیان کرتے ہیں اور امام احمد رضا کی عبارت کو غلط ثابت کرنے کی ناکام

کوشش کرتے ہیں۔

حال ہی میں ضلع مئوقصبہ گھوسی کے ایک دیوبندی مدرسہ دارالعلوم محمدیہ سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا نام ''بانیٔ بریلویت اخلاق و کردار'' کے آئینے میں ہے۔ اس کے لکھنے والے مولوی اعجاز احمد قاسمی ہیں۔ مولوی اعجاز احمد قاسمی کو مصنفوں کی صف میں آنے کی خواہش تھی وہ خود تو اپنی کاوش سے کچھ نہ لکھ سکے مگر مطالعۂ بریلویت سے استفادہ کرکے ایک کتابچہ لکھ دیا۔ وہ کتابچہ کیا ہے گالیوں، الزام تراشیوں کا ایک ذخیرہ ہے۔

عبارت ۸

مولوی اعجاز احمد قاسمی ''الملفوظ'' کی ایک عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں اپنے ملفوظات پُر از مغلظات میں خانصاب بریلوی ارشاد فرماتے ہیں۔

''میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمدللہ کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں۔'' (الملفوظ ج ۳ صفحہ نمبر ۴۵)

یہ عبارت نقل کرکے قاسمی صاحب نے اپنا ایمارک اس انداز میں پیش کیا ہے یہ بات مدنظر رہے کہ سنتوں میں سنت موکدہ بھی ہے بلکہ سرفہرست ہے تو کیا خانصاب سنت موکدہ کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے ہیں۔ پتہ نہیں وہ کون سے انوکھے فقہائے کرام ہوں گے جنھوں نے سنتوں کی معافی کا فتویٰ دیا ہے فقہاء احناف نے تو بہرحال ایسی بات کہیں نہیں لکھی ہے تو وہ پھر کون سے فقہاء ہیں؟ کیا فقہ جعفری کے فقہاء جن کے در پردہ احمد رضا خاں پیروکار تھے لیکن زندگی بھر اپنے اوپر تقیہ کا دبیز پردہ ڈالے رہے۔

(بانیٔ بریلویت اخلاق و کردار کے آئینے میں صفحہ ۱۷)

سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی اعجاز صاحب کو دارالعلوم دیوبند سے مفتی کی سند کیسے مل گئی۔ جس کو اتنا آسان مسئلہ نہ معلوم ہو تو ظاہر بات ہے کہ وہ عوام کو دھوکہ دے گا ہی۔ قارئین کو سب سے پہلے یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے وقت کے سب سے بڑے مرجع فتاویٰ تھے۔ عرب و عجم سے خواص وعوام، خواندہ ناخواندہ، راعی ورعایا سبھی طبقوں کے کثیر التعداد سوالات آپ کی خدمت میں آتے تھے۔

''آپ خود فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں چار چار سو فتاویٰ جمع ہوجاتے تھے۔''

(فتاویٰ رضویہ صفحہ ۲۳)

جب اتنی بات آپ کو معلوم ہوگئی تو اب دیکھئے کہ فقہائے احناف نے اتنے بڑے مرجع فتاویٰ مفتی کے لیے کیا حکم فرمایا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۸ پر ہے:

قال مشائخنا العالم اذا صار مرجعاً فی الفتویٰ یجوز لہٗ ترک سائر السنن

لحاجة الناس الیٰ فتواة الاسنة الفجر کذا فی النہایة

ترجمہ: ہمارے مشائخ نے فرمایا عالم جب مرجع فتویٰ ہوجائے تو فجر کے سوا تمام سنتوں کو چھوڑنا جائز ہے لوگوں کے اس فتویٰ کی حاجت کی وجہ سے۔ ایسے ہی نہایہ میں ہے۔

فتح القدیر میں ہے: العالم اذا صار مرجع الفتویٰ جاز لہ ترک السنن لحاجة

یعنی فقہاء کرام نے فرمایا جب مفتی فتویٰ نویسی میں مرجع خلائق ہوجائے تو اس کے لیے سنتوں کا ترک کرنا جائز ہے۔ لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے فجر کی سنت کے علاوہ یعنی فجر کی سنت چھوڑنا ناجائز ہے۔

تنویرالابصار میں ہے:

"لا یجوز ترکھا العالم صار مرجعاً فی الفتویٰ بخلاف باقی السنن"

الدرالمختار میں ہے: "فلم ترکھا لحاجة الناس الی الفتواہ"

ردالمختار میں ہے: الظاھر ان معناہ انہ یترکھا وقت اشتغالہ بالافتاء لاجل حاجة الناس المجتمعین."

ان عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی مفتی مرجع فتویٰ ہوجائے کہ اس کو لوگوں کے سوالات کا جواب دینے سے فرصت نہ ملے تو اس کو فجر کی سنتوں کے سوا دوسری سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے وقت کے بہت بڑے مرجع فتویٰ تھے۔ فقہائے احناف کے اس فتوے کی روشنی میں امام احمد رضا کا فرمان بالکل صحیح ہے۔

قاسمی صاحب نے لکھا ہے:

"پتہ نہیں وہ کون سے انوکھے فقہائے کرام ہوں گے جنہوں نے سنتوں کی معافی کا فتویٰ دیا ہے۔ فقہائے احناف نے تو بہرحال ایسی کہیں بات نہ لکھی ہے وہ کون فقہاء ہیں؟"

ہاں مجھ سے سنئے۔ وہ فقہائے احناف ہی انوکھے فقہاء ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ مرجع فتاویٰ مفتی کے لیے سنتیں چھوڑنا جائز ہے۔

قاسمی صاحب نے لکھا ہے۔ کہ فقہائے احناف نے یہ بات کہیں نہیں لکھی ہے۔

شاید آپ کو ردالمختار، فتح القدیر، تنویر الابصار کا مطالعہ نصیب نہ ہوا ہو یا پھر آپ کو معلوم نہیں ہے کہ صاحب درالمختار، صاحب تنویرالابصار، امام ابن الھمام یہ فقہائے احناف ہیں۔ اگر بات ایسی ہے تو پہلے بریلی کا سرمہ لگا لیجئے پھر آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ اعلیٰ حضرت فقہ جعفری کے پیروکار تھے یا فقہ حنفی کے اللہ تعالیٰ اندھی عقیدتوں سے بچائے۔

0000000

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور روحانی اقدار

روح اور روحانیت کوئی مادّی چیز نہیں ہے بلکہ ایک جوہرِ لطیف امرِ ربی اور عالمِ امر کی خالص حقیقتِ مجردہ ہے۔ کسی روح کو ناپنے اور وزن کرنے کے لیے دنیاوی پیمانہ اور ترازو کا استعمال محال ہے۔ اس کے ناپ وتول کے لیے صرف قرآنی پیمانہ اور ترازو ہی واحد ذریعہ ہے اور بس۔ یہ حقیقت بالکل عیاں اور واضح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی صاحبِ ہیبت وجلال اور سلطانِ ذی وجاہت سے جتنا ہی دور ہوگا اس کے دل میں دہشت ورعب کی اتنی ہی کمی ہوگی۔ اہلِ اقتدار، خود مختار، مطلق العنان شخصیت سے علیٰ حسب مراتب دوری، بے خوفی، ناترسی اور غفلت وبے پروائی کا سبب ہوگی۔

اہل مرتبت اور صاحبِ سلطنت امراء وحکام سے دور رہنے کی حالت میں لوگ اس کے متعلق کتنے بڑے گستاخ، دشنام طراز اور شیخی باز ہوتے ہیں وہ ظاہر وآشکار ہے۔ مگر یہی لوگ جب وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ نہیں بلکہ علاقائی سطح کے افسروں کے حضور جاتے ہیں تو زبان خشک، بدن ساکن وساکت یا رائے سخن مفقود ہوتا ہے۔ اس میں راز کیا ہے؟ وہی حاضرانہ اور غائبانہ حضوری وغیوبت، نزدیکی اور دوری اور قرب وبعد کے عالم میں قلبی حالتوں کا مختلف ہونا ہے۔

رب تعالیٰ سے جن خوش نصیبوں کو بلاتشبیہ جتنا قربِ حضوری حاصل ہوجاتا ہے، اتنا ہی ہیبت وجلالِ الٰہی کا تسلط بڑھتا ہے۔ روحانیت گھر کرتی جاتی ہے۔ خوفِ خدا، خشیتِ الٰہی کے آثار پوری زندگی پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ کیا گفتار وکردار، کیا نشست وبرخاست سبھی صبغۃ اللّٰہی رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔ وہ ذاتِ پاک بندوں کی شہ رگ سے بھی قریب ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیهِ مِنكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُوْن کا اعلان موجود ہے۔ انسان خواہش وحرص اور ہوس کا پتلا ہے۔ نفس امّارہ کی تاریکیوں کی وجہ سے حجاب درحجاب میں ہے۔ اس حجاب کو چاک کرکے جیسے جیسے حضوری کی دولت سے مالا مال ہوتا جاتا ہے۔ اس بشارت کا مصداق بنتا جاتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جنّٰتٍ وَّنهر فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِر۔

بے شک پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں۔ سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے کے حضور (یعنی اس کی بارگاہ کے مقرب ہیں)

صحابۂ کرام، حضوری وذکرِ الٰہی اور حبِ رسالت پناہی کے پیکر تھے۔ اس لیے ان کے خوف و

خشیت کا بیان جا بہ جا قرآن حکیم میں موجود ہے۔ یہی وہ پیمانہ و میزان اور معیار ہے جس سے قیامت تک کے صاحب روحانیت کے روحانی مقام کو جانا پہچانا جاسکتا ہے۔ ساتویں پارہ کی ابتدائی آیت تلاوت کیجیے۔

وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا (یعنی قرآن شریف) تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔

اور یہ ان کی رقتِ قلب کا بیان ہے کہ قرآن حکیم کے دل میں اثر کرنے والے مضامین سن کر رو پڑتے ہیں۔ چنانچہ نجاشی بادشاہ کی درخواست پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اس کے دربار میں سورۂ مریم اور سورۂ طٰہٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اس کے درباری جن میں اس کی قوم کے علماء موجود تھے، سب زار و قطار رونے لگے۔ اسی طرح نجاشی کی قوم کے ستر آدمی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سورۂ یٰسین سن کر بہت روئے اور کہا، اے رب ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ہم نے ان کے برحق ہونے کی شہادت دی تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل کر جو روزِ قیامت تمام امتوں کے گواہ ہوں گے (یہ انہیں انجیل سے معلوم ہوچکا تھا)۔

اب آپ کا ذوقِ ایمانی ہی صحیح فیصلہ کرے گا کہ قلب کی یہ رقت آنکھوں کی یہ گوہر افشانیاں کس خشیتِ ربانی اور کس سلطانِ عشق کی فرمانروائی کا پتہ دے رہی ہیں۔ یقیناً یہ کسی بلند و بالا روحانی مقام و منزل کی آئینہ دار ہیں جو قربِ حقیقی کی لذت پالینے کے بعد ہی میسر ہوتی ہے۔ کشتِ نظر کی سیرابی کے لیے سورۂ مومنون کی ایک آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیجیے۔

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَۃٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ.

ترجمہ اور تشریح ساتھ ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

"اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں زکوٰۃ و صدقات یا یہ معنی ہیں کہ اعمالِ صالحہ بجا لاتے ہیں اور اُن کے دل ڈر رہے ہیں یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، اس آیت میں ان

لوگوں کا بیان ہے جو شراب پیتے اور چوری کرتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیق کی نورِ دیدہ ایسا نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کا بیان ہے جو روزے رکھتے ہیں صدقہ دیتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں یہ اعمال نامقبول نہ ہو جائیں۔''

محلِ غور ہے کہ یہ حضرات عبادت کے باوجود اس قدر لرزاں و ترساں ہیں آخر کیوں؟ یہ اس لیے کہ مقامِ قرب و مرتبہ حضوری کا تقاضہ یہی ہے۔ یہ ان کی پاکیزگیٔ روح کی علامت ہے۔ اس کے برعکس ہم سیہ کاروں، عصیاں شعاروں کا حال یہ ہے کہ دن رات بدی کرتے ہیں اور بے خوف رہتے ہیں۔ یہ بُعد دوری و غیبوبت کا اثر ہے۔ سورۂ زمر شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ

یہاں بھی ترجمہ و تشریح ساتھ ہی ساتھ ملاحظہ کریں:

''اللہ تعالیٰ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب (قرآن شریف) جو عبادت میں ایسا فصیح و بلیغ کلام ہے کہ کوئی کلام اس سے کچھ نسبت ہی نہیں رکھ سکتا۔ مضمون نہایت ہی دل پذیر ہے باوجودیکہ نہ نظم ہے نہ شعر، نرالے ہی اسلوب پر ہے اور معنی میں ایسا بلند مرتبہ کہ تمام علوم کا جامع اور معرفتِ الٰہی جیسی عظیم الشان نعمت کا راہ نما کہ اوّل سے آخر تک یہ کتاب حسن و خوبی میں ایک سی ہے۔ دوہرے بیان والی کہ اس میں وعدہ کے ساتھ وعید اور امر کے ساتھ نہی اور اخبار کے ساتھ احکام ہیں۔ اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کی کھالیں اور دل یادِ خدا کی طرف رغبت میں نرم پڑتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے بال کھڑے ہوتے، جسم لرزتے ہیں اور دل چین پاتے ہیں۔''

مقامِ غور و فکر ہے کہ دلوں اور کھالوں کا نرم پڑجانا، بالوں کا کھڑا ہوجانا، جسم کا لرزاں، قلب کا ترساں اور آنکھوں کا گریاں ہونا یہ تمام چیزیں روح کے اعلیٰ مقام کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ آج ہم میں شاذ و نادر ہی ایسے لوگ ہوں گے جن میں قرآن حکیم کو پڑھ کر یا سُن کر یہ کیفیت پیدا ہوتی ہو۔ ایسا محض اس لیے ہے کہ ہماری روحیں دنیاوی آلائشوں سے ملوث ہیں اور اسفلیت کے پست ترین مقام تک پہنچی ہوئی ہیں الا ماشاء اللہ۔ میں نے آپ کے سامنے روحانیت کا ایک معیارِ قرآنی پیش کردیا۔ اسی معیارِ قرآنی پر ہر اسلامی دور میں اولیائے کرام، اصفیائے عظام اور ائمہ کرام قافلہ در قافلہ لباسِ روحانیت میں ملبوس نظر

آتے ہیں۔ سرزمینِ ہند میں ان ذواتِ قدسیہ کا کارواں مسلمانی حکومت میں اور اس کے بعد بھی دعوتِ فکر وعمل دیتا نظر آتا ہے۔ ان حضرات کی روحانی خدمتیں روزِ روشن کی طرح آشکار ہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں بلکہ مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ اسی پاکباز جماعت کے ایک فردِ کامل اپنے عہد میں امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ والرضوان تھے جو میری تمہید عرفانی اور معیارِ قرآنی کے مطابق روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور ان کی خدماتِ روحانی اظہر من الشمس ہیں۔ ذیل میں چند ایسے اقتباسات آپ کی تصانیف سے درج کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کے مقامِ روحانیت کی بلندیاں، آپ کی روحانی خدمتیں چشمِ بصیرت پر آشکار و ہویدا ہوتی ہیں۔

روحانیت کے نام پر اہلِ تصوف نے جو غلطیاں کی ہیں اور اُن میں جو خامیاں آگئی ہیں اُس کی اصلاح اعلیٰ حضرت نے جس انداز میں فرمائی ہے اس کا انداز وہی کرسکتا ہے جو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو۔ ''فتاویٰ افریقہ'' میں اعلیٰ حضرت سے ایک سوال کیا گیا کہ بیعت (مرید ہونا) فلاح کے لیے ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بیعت کے بغیر بھی فلاح مل سکتی ہے یا نہیں؟ اس ضمن میں ایک تفصیلی بحث کی گئی اور اعلیٰ حضرت نے ہر گوشہ کو واضح کیا ہے۔ فلاح کس کو کہتے ہیں اور اس کی کتنی صورتیں ہیں۔ اس پر قلم اُٹھاتے ہوئے اس طرح رقمطراز ہیں۔

''اوّل فلاحِ ظاہر۔ حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقصود۔ ظاہر احکامِ شرعی سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرلیا اور متقی و مفلح بن گئے۔ اگرچہ باطن ریا و عجب وحسد وکینہ وتکبر وحبِّ مدح وحبِّ جاہ ومحبتِ دنیا وطلبِ شہرت وتعظیمِ امراء وتحقیرِ مساکین و اتباعِ شہوات و مداہنت وکفرانِ نعم، حرص وبخل، وطولِ امل، وسوسۂ ظن وعنادِ حق و اصرارِ باطل، مکر وعذر و خیانت وغفلت وقسوت وطمع وتملق واعتمادِ خلق ونسیانِ خالق ونسیانِ موت و جرت علی اللہ ونفاق واتباعِ شیطان و بندگی نفس ورغبتِ بطالت وکراہتِ عمل وقلتِ خشیت وعدم خشوع وغضب ملنفس وتساہل فی اللہ وغیرہا مہلکات آفات سے گندہ ہورہا ہو۔ جیسے مزبلہ پر زربفت کا خیمہ اوپر زینت واندر نجاست پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری اصلاح پر قائم رہنے دیں گی۔ حاشا معاملہ پڑنے دیجئے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے۔ کون سی ناکردنی ہے کہ اُٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی تو اسی قسم کے "اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ وَقَلِيْلٌ مَاهُمْ." (فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۲۸)

اعلیٰ حضرت نے جن چالیس عیوب ونقائص کا ذکر فرمایا ہے اور جن سے بچنا فلاح ظاہر کرنے کے

لیے لازمی قرار دیا ہے۔ وہی شخص جو حسبِ مراتب قربِ الٰہی وحبِ سرکارِ دو عالم ﷺ سے تعلق خاص رکھتا ہو ان عیوب کی نشان دہی کر سکتا ہے۔

پیر بننے کے لیے علم کی شدید ضرورت ہے اس ضمن میں بحث کرتے ہوئے فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

''(پیر بننے کی تیسری شرط)'' عالم ہو اقول علم فقہ اس کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف، کفر و اسلام و ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد مذہب نہیں کل ہو جائے گا۔ فَمَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الشَّرَّ قَيُوْمًا يَقَعُ فِيْهِ صدہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں۔ اوّل تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول و فعل کفر صادر ہوا اور بے اطلاع توبہ ناممکن تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے توبہ بھی کرلے مگر وہ جو سجادہ مشیخت پر ہادی و مرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت کہ خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔ ''وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ''

اعلیٰ حضرت کی یہ واضح ہدایت اور بے لاگ روحانی تحریر جہاں آج کل کے جاہل اور بے عمل پیروں کے ضمیروں کو جھنجھوڑ رہی ہے وہیں عام مسلمانوں کی صحیح رہبری بھی کر رہی ہے۔ ساتھ ہی مقامِ اعلیٰ حضرت کی نشاندہی بھی کر رہی ہے۔ مزید وضاحت کرتے ہوئے فتاویٰ افریقہ میں صفحہ ۱۳۹ پر علم و یقین کی روشنی میں روحانی اور ایمانی فیصلہ اس طرح فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے:

''فلاحِ تقویٰ اقول اس کے لیے مرشدِ خاص کی ضرورت بہ ایں معنی نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ اوپر گذرا فلاح ظاہر ہے اس کے احکام واضح ہیں۔ آدمی اپنے علم سے یا علما سے پوچھ کر متقی بن سکتا ہے۔ اعمالِ قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محدود اور کتب ائمہ مثل امام ابو طالب مکی و امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہا میں مشروح تو بے بیعت خاص بھی اس کی راہ کشادہ اور اس کا دروازہ مفتوح یہ جبکہ اسی قدر پر اقتصار کرے تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سنّی بھی بے پیرا نہیں۔ متقی کیونکر بے پیرا یا معاذ اللہ مریدِ شیطان ہو سکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو۔ یہ جس راہ میں سے اس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں۔ تو جتنا پیر اُسے درکار ہے حاصل ہے تو اولیاء کا قول دوم کہ جس کے لیے شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے اس سے متعلق نہیں ہو سکتا۔ اور قولِ اوّل کہ بے پیرا فلاح نہیں پاتا تو یہ بداہۃً اس پر صادق نہیں، فلاحِ تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے اگرچہ فلاحِ احسان اس سے اعظم و اجل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوا کَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُدْخَلاً کَرِیْمًا۔

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے۔ یہ بلاشبہ فوز عظیم ہے۔

سماع بالمزامیر آلاتِ سرود مثل طبلہ و سارنگی و بربط و ستار کے ساتھ قوالی کا سُننا ایک اہم مسئلہ ہے۔ بڑے بڑے صوفیائے کرام اور علمائے عظام اس مسئلہ میں یا تو خود ملوث نظر آتے ہیں یا قول و فعل میں تضاد کے شکار ہیں یا خاموشی ہی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ بہت کم ہی ایسے ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث کے آئینہ میں حقانیت و صداقت کی مقدس تصویر پیش کرنے کی کوشش یا جرأت کی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اس مسئلہ پر جو روحانی اور حقانی فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ناموسِ شریعت کے مقابلہ میں کسی کی کوہ قامت شخصیت یا قباءِ تصوف انہیں ذرّہ برابر بھی راہِ حق سے منحرف نہ کر سکا۔ یہیں پر خدا خوفی، خشیت الٰہی اور تقرب خدا اور رسول ﷺ کا دل نشیں منظر سامنے آتا ہے اور یہیں ان کی روحانیت کا مقام بلند اپنی فہم و فراست کے مطابق سمجھ میں آتا ہے۔

احکامِ شریعت حصہ اوّل صفحہ ۳۳ میں ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ کو ایک سوال کیا گیا ہے جو مسئلہ نمبر ۱۸ کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: بہ عالی خدمت امام اہل سنت مجدد دین و ملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا چلو ایک جگہ عرس ہے۔ میں چلا گیا وہاں جا کر دیکھتا ہوں۔ بہت سے لوگ جمع ہیں اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو سارنگی بج رہی ہیں اور چند قوال پیرانِ پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں اور رسولِ مقبول ﷺ کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں۔ یہ باجے شریعت میں قطعی حرام ہیں کیا اس فعل سے رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے اور حاضرین جلسہ گناہ گار ہوئے یا نہیں اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس طرح۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب: ایسی قوالی حرام ہے۔ حاضرین سب گناہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال

پڑنے سے حاضرین کے گناہوں میں تخفیف ہو۔ نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسا عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا۔ ان کے لیے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سُنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگیاں نہ سُناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا۔ وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے۔ لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔ صفحہ ۳۴ میں فرماتے ہیں۔ ''بعض جہان بدمست یا نیم ملا شہوت پرست یا جھوٹے صوفی بادہ بدست کہ احادیثِ صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں یا قصداً بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے پھر کہاں قول کہاں حکایت۔ فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل اسی کو ترجیح مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے۔ اقرار لاتے یہ ڈھٹائی سے اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالیں اور الزام بھی ٹالیں اور اپنے لیے حرام کو حلال بنالیں پھر اس پر بھی بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبانِ خدا، اکابر سلسلۂ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوبِ الٰہی سیدی و مولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد میں فرماتے ہیں:

زیارتِ قبور، ایصالِ ثواب، فاتحہ اور عرس کے جواز اور استحسان میں قطعی کلام نہیں لیکن خلاف شرع اُمور کا ان میں داخل کرلینا کس قدر معصیت کا سبب ہے، اس پر اہلِ نظر کی توجہ لازمی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قبروں کا سجدہ بالکل ہی حرام فرمایا۔ جیسا کہ ''فتاویٰ رضویہ'' جلد چہارم صفحہ ۲۱۳ سے واضح ہے۔ اس کے علاوہ الملفوظ جلد دوم صفحہ ۱۰۶ میں عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت خصوصاً اجمیر شریف جانے کے ارادہ سے اجمیر پہنچنے پھر واپس ہونے تک جس انداز میں ممانعت فرمائی ہے، وہ اعلیٰ حضرت ہی کا حصہ ہے۔ سوال ہے کہ ''حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں؟'' جواب دیتے ہیں: ''غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحبِ قبر کی جانب سے جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے۔ اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضۂ

انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔ وہاں کی حاضری البتہ سنتِ جلیلہ عظیمہ قریب بہ واجبات ہے۔

آخر میں اعلیٰ حضرت مزارات کی زیارت کے سلسلہ میں عورتوں کے لیے یہ فیصلہ فرماتے ہیں۔

''لہٰذا ان کے لیے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔'' اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۵ مسئلہ نمبر ۱۳۷ پیش نظر ہے۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورتوں کے واسطے زیارتِ قبور درست ہے یا نہیں؟

الجواب : رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لعن اللہ زوّارت القبور (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ کی لعنت ہے) اور فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا. میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا آگاہ ہو جاؤ اب تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔ علماء کو اختلاف ہوا کہ آیا اس اجازت بعد النہی میں عورت بھی داخل ہوئیں یا نہیں۔ اصح یہ ہے کہ داخل ہیں کما فی بحر الرائق مگر جوانہیں ممنوع ہیں جیسے مساجد سے اور اگر تجدید حزن مقصود ہو تو مطلقاً حرام۔ اقول قبور اقربا پر خصوصاً بہ حال قرب عہد ممات تجدید حزن لازم نساء ہے اور مزاراتِ اولیائے کرام پر حاضری میں احدی الشناعتیں (فتنہ میں مبتلا ہونا یا تجدید حزن) کا اندیشہ یا ترکِ ادب میں افراط نا جائز تو سبیل اطلاق منع ہے۔ لہٰذا غنیۃ میں کراہت پر جزم فرمایا البتہ حاضری و خاک بوسی آستانِ عرش نشان سرکار اعظم ﷺ اعظم مندوبات بلکہ قریب واجبات ہے اس سے نہ روکیں گے اور تعدیل ادب سکھائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بشکریہ ماہنامہ ''منہاج القرآن'' لاہور، ستمبر ۱۹۹۰ء)

عالمی سُنّی ڈائریکٹری

خطیب اہلِ سُنّت حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ کے صاحب زادے مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے کراچی سے ''عالمی سُنّی ڈائریکٹری'' مرتّب کر کے شائع کی ہے۔ جس میں ہندوستان، پاکستان، برطانیہ، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، بنگلہ دیش، کینڈا وغیرہ کے سُنّی علماء کرام کے نام و پتے، فون نمبرز، سُنّی ویب سائٹس، سُنّی مساجد، جرائد و رسائل، اداروں، تنظیموں، واعظوں، نعت خوانوں، لائبریریوں، شاعر، ادیب، اسکالرز کے پتے یکجا کر دیئے ہیں۔ یہ پہلا قدم ہے جس سے اہل سنت کے روابط قائم کرنے کے لیے راہیں ہموار ہوئی ہیں۔ اس ڈائرکٹری کو حاصل کرنے کے لیے ہندوستان میں تحریک فکر رضا کے پتے پر رابطہ قائم کریں۔

تحریک فکر رضا، ۹۵، اُندریا اسٹریٹ (چوکی محلہ)، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸

ایمان ہے، قال مصطفائی
قرآن ہے، حال مصطفائی

(اعلیٰ حضرت)

از: رابعہ جمیل (اسلامک مشن یونیورسٹی، کراچی)

لفظ "نعت" اگرچہ لغت میں تعریف و وصف کردن، کے معنی میں آیا ہے مگر اصطلاحاً وہ اس کلام (خصوصاً کلامِ منظوم) کے لیے مخصوص ہوگیا جس میں حضرت رسولِ خدا ﷺ کی تعریف و مدحت اور آپ کی ذاتِ قدسی صفات سے اظہارِ شوق و محبت ہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ مدح اور اظہار و محبت نعت کے خاص اجزائے ترکیبی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب فرماتے ہیں:

> "نعت، جذبات و احساسات کو متوازن رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ انسان کی طبعی وحشت کو طمانیت و سکون سے بدل دیتی ہے۔ فکر و خیال میں یک سوئی اور یک رنگی پیدا کرتی ہے۔ محبت کرنے والے میں جب جمالِ محبوب منعکس ہوتا ہے تو اس کے قول و عمل اور فکر و خیال میں محبوب کے جلوے نظر آنے لگتے ہیں۔ جتنا قریب ہوتا جاتا ہے اتنا محبوب کے رنگ میں رنگتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خود محبوب بن جاتا ہے۔ اور محبتِ رسول ﷺ کا ایک سُرور ہے یہ سرور ہی زندگی ہے، یہ سرور پریشان خیالوں کا علاج ہے۔ نعت 'محبتِ رسول کی بہار ہے۔ نعت' سرورِ سرمدی کا خزانہ ہے۔"

پورا قرآن حضور انور ﷺ کی نعت سے مزین ہے:

حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآنِ کریم کو بنظرِ ایمان دیکھا جائے تو اس میں اوّل سے آخر تک نعتِ سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام معلوم ہوتی ہے۔ حمد الٰہی ہو یا بیانِ عقائد، گذشتہ انبیاء کرام اور ان کی اُمتوں کے واقعات ہوں یا احکام غرض قرآن کریم کا ہر موضوع اپنے لانے والے محبوب ﷺ کے محامد اور اوصاف کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ غرض قرآن کریم ہر موضوع اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کو لیجیے کہ اس میں خدائے قدوس کی صفات کا ذکر ہے۔ اور سورۃ لہب کو دیکھیے یعنی تَبَّتْ يَدَا اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ کہ جب اس میں بظاہر ابولہب کافر اور اس کی بیوی کا تذکرہ ہے از اوّل تا آخر، مگر جب غور کیا جائے تو یہ دونوں سورتیں محبوب کی نعتِ پاک سے بھری ہوئی ہیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ میں ارشاد ہے کہ اے محبوب تم کہدو کہ اللہ ایک ہے اور وہی بھروسہ کے لائق ہے، نہ وہ کسی کی اولاد، نہ اس کی کوئی اولاد وغیرہ وغیرہ مگر ایک کلمہ قُل نے (یعنی محبوب تم کہہ دو) اس ساری سورۃ میں نعت کو شامل کردیا۔ کیوں کہ مرضیِ الٰہی یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ کلام تو ہمارا اور زبان تمہاری۔

قُل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سُنی = اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

ہماری صفات تو تم دنیا کو بتاؤ اور فرماؤ اَللّٰهُ اَحَد اور تمہاری صفات ہم ارشاد فرماتے ہیں کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ. یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تم کہلواؤ۔ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ہم کہلواتے ہیں۔ یعنی ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں تم ہمیں سناؤ۔ چوں کہ محبوب کی زبان کے لفظ میٹھے اور پیارے معلوم ہوتے ہیں تو بار بار کہلوا کر سنتے ہیں۔ رب نے اپنے محبوب سے قرآن پڑھوا کر سنا ورنہ میثاق کے دن سب سے پہلے توحید کا اقرار حضور ہی نے کیا تھا۔

یا قُل سے یہ مقصود ہے کہ اے محبوب لوگوں سے کہہ دو اَللّٰهُ اَحَد لہٰذا اگر کوئی انسان آپ کی غلامی کے بغیر ہماری صفات کو جانے مانے ہرگز عارف یا موحد نہیں۔ جب تک کہ آپ کی بتائی ہوئی توحید آپ کے دامنِ پاک سے پیوست کر نہ مانے۔ اسی لیے کلمۂ طیبہ کا نام تو ہے کلمۂ توحید مگر اس میں اللہ کے ذکر کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی ہے کہ جزِ اوّل میں دعویٰ توحید اور جز دوم میں توحید سکھانے والا، ثبوتِ توحید دینے والا۔ جب اس توحید سکھانے والے محبوب کا نامِ مبارک آجائے تو توحید صحیح، بغیر سالت کی دستگیر کے حاصل نہیں ہوتی۔

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں ایمان یہ کہتا ہے، میری جان ہے یہ

تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَب میں بھی نعت شامل ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد میں تو قُل فرمانے سے نعت کی شان نظر آئی اور یہاں قُل نہ فرمانے سے۔

کیونکہ ایک بار ابولہب ابن عبدالمطلب نے حضورِ اقدس ﷺ کی شان میں عرض کیا تھا کہ تَبًّالک 'آپ تباہ ہوجائیں' پروردگارِ عالم نے اس کلمۂ ملعونہ کا بدلہ اور انتقام لیتے ہوئے خود فرمایا کہ تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ کہ ابولہب ہلاک ہوجائے۔ اور وہ ہلاک ہو بھی گیا۔

یعنی اے محبوب ﷺ اس کا جواب آپ نہ دیں ہم خود جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اب اس سے جہاں ابولہب کی گمراہی و ہلاکت وغیرہ کا ذکر ہوا ساتھ ہی ساتھ آقائے دوجہاں ﷺ کی عزت وعظمت بارگاہِ الٰہیہ میں معلوم ہوگئی کہ ان کی شان میں ادنیٰ سی بکواس کرنے والا خدائے پاک کا دشمن قرار پاتا ہے۔ مَنْ عَادٰى لِي وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ جس نے میرے دوست سے دشمنی کی میں اس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

صحابۂ کرام اہل بیت عظام کے مناقب مکۂ مکرمہ، مدینۂ منورہ کے فضائل جو قرآن کریم میں ارشاد ہوئے۔ وہ حقیقت میں نعتِ مصطفیٰ ہے۔ بادشاہ کے غلاموں کی تعریف، اس کے تخت و تاج کی مدحت در حقیقت بادشاہ کی ثنا خوانی ہے۔ کفار کی برائیاں، بت پرستوں کی مذمت بھی اسی شہنشاہ کی نعت ہے جس کی مخالفت سے یہ لوگ مردود ہوگئے۔

اسی طرح آیاتِ احکام کو دیکھئے کہ سب میں حضور ﷺ کی نعت ظاہر ہے۔ مثلاً قرآن میں جگہ جگہ نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا یا حج فرض فرمایا۔ مگر کسی جگہ یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کس طرح پڑھو، کس کس وقت پڑھو، کتنی کتنی رکعتیں پڑھو۔ اسی طرح یہ وضاحت بھی نہ فرمائی کہ زکوٰۃ کون دے، کتنے مال پر دے، کس قدر دے۔ حج کرو، مگر تمام حج کے قائدے نہیں بیان کیے۔ جس کی منشا یہ ہے کہ احکام ہم نے بتادیئے اب اگر ان احکام کی تفصیل اور طریقہ دیکھنا ہے تو ہمارے محبوب علیہ السلام کے مبارک فعل اور قول کو دیکھ لو۔ ان کی زندگیٔ پاک ہمارے سارے احکام کی مکمل تفسیر ہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ محبوب علیہ السلام کی محبوب اداؤں کا نام ہے۔ ان کی ادائیں پیاری ہیں۔ جو بھی اخلاص سے ان کی سی ادائیں کرے گا مقبول ہوگا۔ اگر کوئی شخص رکوع وسجدہ میں قرآن پڑھ لے اور قیام میں التحیات پڑھے یعنی جو ذکرِ الٰہی نماز میں ہوتا ہے اس کی ترتیب بدل دے نماز نہ ہوئی۔ آخر یہ کیوں؟ صرف اس لیے کہ اس نے اگرچہ سارے ارکان ادا کردیئے اور سارے ذکر کیے، مگر اس طرح نہیں کیے جس طرح سے محبوب ﷺ کرتے تھے۔ پیاری تو ان کی ادائیں ہیں نہ کہ محض تمہارے افعال۔ دیکھئے کہ نماز و تلاوت بزبان عربی لازم ہے کہ یہ محبوب کی زبان ہے۔ ہمیں طوطی مینا پیاری ہیں کیونکہ وہ ہماری سی بولی بولتی ہیں اگرچہ بغیر سمجھے ہی سہی تو اے مسلمانو! تم بھی .... اس محبوب کی بولی بولو۔ اگرچہ بغیر سمجھے سہی ثواب پاؤ گے۔ اگر نماز محض درخواست ہوتی تو ہر زبان میں ادا ہوجاتی، کہ رب تو ہر زبان جانتا ہے۔ حج میں کیا ہے؟ کہیں ٹھہرنا، کہیں دوڑنا، کہیں کنکریاں پھینکنا، کہیں طواف میں گھومنا، آخر یہ کام ان تاریخوں میں عبادت کیوں بن گئے؟ اس لیے کہ یہ اللہ والوں کے کام ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا مَنْ تَشَبَّہ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمَا جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ اسی قوم سے ہے۔ ہماری نمازوں اور ساری عبادتوں کا یہ حال ہے کہ حضور ﷺ سے مشابہت اور تشبیہ نصیب ہوجاوے، شاید اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے ہمیں بخش دے۔

رات کی تاریکی میں نمازیں امت کی بخشش کی دعائیں ☆ ان کے سجدے فخر عبادت صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے یہ سجدے بجود انہیں مقبول سجدوں کی نقل ہیں۔ غرضیکہ ساری احکام کی آیات نعتِ رسول علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح وہی کام گناہ ہے جو حضور کو ناراض کرے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

والذین یوٴذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔

لھم کے مقدم ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ان ہی کو عذاب ہوگا جو حضور کو ایذا دیں۔ معلوم ہوا کہ ہر کام کے کفر اور مومنوں کے گناہ سے حضور کو ایذا ہوتی ہے۔ اگر کسی عبادت سے حضور ناراض ہیں تو وہ عبادت گناہ ہے اور اگر کسی خطا سے حضور راضی ہوں تو وہ خطا عین عبادت ہے۔ حضرت صدیق اکبر کا غار میں سانپ سے اپنے کو کٹوا لینا خود کشی نہیں، عین عبادت ہے۔ عرفات میں نماز مغرب قضا کرنا عبادت ہے اس سے حضور راضی ہیں۔

ازالۂ اوہام :- (نعت خوانی کی شرعی حیثیت)

اکثر یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا نعتیہ شاعری کرنا، نعت خوانی و میلاد کرنا قرآن سے ثابت ہے؟ کیا یہ سلف صالحین و انبیائے کرام کا طریقہ رہا ہے؟

بعض معترضین جنھیں عشق رسول کی دولت میسر نہیں وہ کھلم کھلا اس سوال کے جواب میں کفر و بدعت کے فتوے صادر کردیتے ہیں کہ قطعی حرام ہے، یہ گانے کی قسم ہے، گانے کی احادیث میں مذمت آئی ہے۔ لہٰذا ناجائز و اسراف ہے۔

ان اعتراضات کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نعت خوانی کرنا، نعتیہ اشعار کہنا اور میلادِ مبارک بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منانا عین عبادت ہے۔ یہ سنتِ ملائکہ، سنتِ انبیاء کرام، سنتِ صحابہ و رسول و اولیاء بلکہ سنتِ الٰہیہ ہے۔

گذشتہ انبیاء سلف صالحین اسے ذریعۂ نجات اور توشۂ آخرت تصور کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک میں میلاد مبارک کے حق میں متعدد مقامات پر ذکر ملتا ہے۔ میں یہاں نعتیہ شاعری کہنے پڑھنے والوں کے حق میں دلیلِ قرآن پیش کرتی ہوں کہ جب شعراء کفار سید عالم ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے تھے تو ان کی مذمت میں یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔

والشعراء یتبعھم الغاون o الم تر انھم فی کل واد یھمون o الا الذین امنو وعملو الصلحت وذکر و اللہ کثیراً ونتصر o

''اِلّا'' شعراء اسلام کا استثناء فرمایا گیا۔ وہ جو حضورِ اکرم ﷺ کی نعت لکھتے پڑھتے ہیں اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ بلکہ حضور خود ان اُمور سے خوش ہوکر اپنے غلاموں کو اپنی دعاؤں سے نوازا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں ہے کہ دربارِ رسول میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ قدر و منزلت تھی کہ

مسجدِ نبوی میں حسان کے لیے منبر رکھا کرتے۔ حضرت حسان اس پر کھڑے ہوکر نعت شریف سنایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام دعائیں دیتے تھے کہ اللھم ایدہ بروح القدس اے اللہ حسان کی روح القدس سے امداد کر۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نعت گوئی اور نعت خوانی ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو مجلسِ مصطفیٰ علیہ السلام میں منبر دیا گیا۔ ابوطالب نے نعت لکھی۔ اسی طرح کعب بن زہیر، سواد بن قارب، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں کتبِ احادیث و سیرت میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

خرپوتی شرح قصیدہ بردہ شریف میں ہے کہ صاحبِ قصیدۂ بردہ کو فالج ہوگیا تھا۔ کوئی علاج مفید نہ ہوتا تھا۔ آخر کار قصیدۂ بردہ شریف لکھا۔ رات کو خواب میں حضور کو کھڑے ہوکر سنایا۔ شفا بھی پائی اور انعام میں چادر مبارک بھی ملی۔ نعت شریف سے دین و دنیا کی نعمتیں ملتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ آج بھی حضور اکرم ﷺ بالکل ثنا خوانِ رسول کی اسی طرح جبرئیل کے ذریعے مدد فرماتے ہوں گے جیسے حسان کی امداد فرماتے اور فرماتے: وجبریل معک (بخاری کتاب بدء الخلق)

مولانا جامی، امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ غرضیکہ سارے اولیاء و علما نے نعتیں لکھیں اور پڑھیں۔ ان حضرات کے قصائد نعتیہ مشہور ہیں۔ حدیث و فقہ میں گانے بجانے کی برائیاں ہیں نہ کہ نعت کی۔ جن گیتوں میں مخرب اخلاق مضامین ہوں، عورتیں یا شراب کی تعریفیں ہوں واقعی وہ گانے ناجائز ہیں۔

فقہا فرماتے ہیں کہ فصیح و بلیغ اشعار کا سیکھنا فرضِ کفایہ ہے اگر چہ ان کے مضامین خراب ہوں۔ مگر ان کے الفاظ سے علوم میں مدد ملتی ہے۔ دیوان متنبی، دیوان حماسہ وغیرہ مدارسِ اسلامیہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ ان کے مضامین گندے ہیں۔ تو نعتیہ اشعار سیکھنا یا پڑھنا جن کے مضامین بھی اعلیٰ، الفاظ بھی پاکیزہ کس طرح ناجائز ہوسکتے ہیں۔

حضرت سید امام ربانی الشیخ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں تا کہ اس مسلمہ شخصیت سے بھی یہ مبارک عمل ثابت ہوجائے۔ فرماتے ہیں۔

> ''اچھی آواز سے صرف قرآن مجید اور نعت و منقبت کے قصائد پڑھنے میں کیا حرج ہے؟ منع تو یہ ہے کہ قرآن کے حرفوں کو تبدیل کیا جائے اور مقاماتِ نغمہ کا التزام کرنا امرالحان کے طریقے سے آواز کو پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا جو کہ ''شعر'' میں

بھی نا جائز ہیں۔ اگر ایسے طریقہ سے مولود پڑھیں کہ قرآنی حکمات میں تحریف واقع نہ ہو اور قصائد پڑھنے میں شرائط مذکورہ متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو پھر کون سی رکاوٹ ہے۔"

(مکتوباتِ امام ربانی جلد سوم، اثبات المولد والقیام، ص ۲۸)

میلادِ پاک میں شمع رسالت کے پروانے کیا کرتے ہیں؟ یہی کہ دنیا کے کونے کونے پر ذکرِ رسول کی محفلوں کا انعقاد کرتے ہیں مل کر نعتیں پڑھتے ہیں۔ حضور کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ حضور کی حسین باتیں سنتے ہیں اور سناتے ہیں۔ یہ محفلیں یہ تذکرے یہ باتیں "بدعت" یا "حرام" نہیں۔

بس اتنی بات پر دشمن بنی ہے گردشِ دوراں ☆ خطا یہ ہے کہ چھیڑا کیوں تری زلفوں کا افسانہ

رب تعالیٰ نے روزِ ازل میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ مقدسہ کو ایک مجمع میں جمع فرما کر حضور خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا سب سے عہد لیا۔ جس کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے (سورۃ آل عمران)۔ سورہ احزاب میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضرت نبی کریم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ پھر اس کی تمام مسلمانوں کو تاکید فرمائی (لہٰذا یہ سنتِ الٰہیہ ہے)۔

پھر رب تعالیٰ فرماتا ہے: قل بفضل اللّٰہِ وبرحمتہٖ فبذلک فلیفرحوا یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ معلوم یہ ہوا کہ فضلِ الٰہی پر خوشی منانا حکمِ الٰہی سے ثابت ہے۔

مواہب لدنیہ اور مدارج النبوۃ وغیرہ میں ذکرِ ولادت میں ہے کہ شبِ ولادت میں ملائکہ نے آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دروازے پر کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میلاد وثنا خوانیٔ رسول، سنتِ ملائکہ بھی ہے۔

خود حضور علیہ السلام نے مجمع صحابہ کے سامنے منبر پر کھڑے ہوکر اپنی ولادتِ پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ تذکرے، یہ محفلیں، یہ میلاد سنت رسول اللہ بھی ہے۔

الحمدللہ! مسلمہ اکابرِ امت کی تحریروں اور اہلِ حق علماء کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ثنا خوانیٔ رسول و میلادِ مصطفےٰ کی مجالس، نعتیہ اشعار کہنا، ذکرِ رسول کرنا "بدعت وحرام" نہیں، کہ سارا قرآن ذکرِ رسول ﷺ سے ہی مزین ہے۔ لہٰذا یہ ذکر کرنا طریقۂ اہلِ اسلام ہے۔ اگر کسی کو عشقِ رسول کی دولت میسر نہیں تو اسے دوسروں کے احساسات کا احترام کرنا چاہیے۔ کفر و بدعت کے فتوے صادر کرنا کوئی لائق تحسین کام نہیں اور پھر وہ بھی بغیر دلیل کے، یہ تو ستم بالائے ستم والی بات ہوگی۔

لوگو! مرے افکار پہ پہرے نہ بٹھاؤ جذبہ کبھی پابندِ سلاسل نہیں ہوتا

★★★★★

عیسائی علماء، تناخ (Tanakh) کا متن اور ایک یہودی کا واویلا

از: خورشید احمد سعیدی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
E-mail: khursheedsaeedi@hotmail.com

یہودیوں اور عیسائیوں کے درمیان تنازعات، جھگڑے اور کشمکش اُنہی دِنوں سے شروع ہو گئے تھے جب حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا آغاز فرمایا تھا۔ انسانی ہاتھوں سے مرتب ہونے والی تاریخی کتب کے علاوہ خود خالقِ کائنات نے بھی اپنی لاریب کتاب قرآنِ مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باہمی خراب تعلقات کا ذکر فرمایا ہے۔ یہودی عیسائیوں کو نہ صرف گمراہ بلکہ ان کے مذہب کو بھی باطل سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ایک سچے نبی نہیں تھے۔ (معاذ اللہ) جب ان کے خیال میں آپ علیہ السلام کی نبوت درست نہیں ہے تو آپ کے نام پر بنایا گیا مذہب اور اس کی اشاعت کرنے والے بھی سچے نہیں ہیں۔ عیسائیوں کی یہودیوں کے بارے میں بھی یہی رائے ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے راہِ حق سے بھٹک چکے ہیں اور ایک ایسے دین کو اختیار کیے ہوئے ہیں جو جھوٹا ہے، جو اِنسانیت کے لیے دُنیا اور آخرت میں کوئی فائدہ نہیں رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اِسی قسم کے معاملات کو کئی قرآنی آیات میں ذکر فرمایا ہے مثلاً سورۃ البقرۃ: ۱۱۳ میں اُن کے ابطالِ باہمی کو اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ o

ترجمہ: اور یہود نے کہا نصاریٰ کسی شے پر نہیں اور نصاریٰ بولے یہود کسی شے پر نہیں حالانکہ وہ (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں اسی طرح (مشرک) جاہلوں نے (بھی) انہی کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دِن ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ [1]

عصر حاضر کے مشہور مفسرِ قرآن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قرآنی آیت کا شانِ نزول یوں بیان کیا ہے: ''نجران کے عیسائی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو اُن کی آمد کی خبر سُن کر علماء یہود بھی وہاں پہنچ گئے۔ فریقین میں گفتگو شروع ہوگئی۔ اثناء کلام میں یہود نے کہہ دیا کہ نصاریٰ کا مذہب بالکل باطل ہے اور نصاریٰ نے بھی جواباً کہہ دیا کہ یہود کا حق وصداقت سے کوئی

واسطہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی غلطی کا اظہار فرماتے ہیں کہ جب تو رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور اُن کی رسالت کا ذِکر موجود ہے تو توراۃ پر اِیمان کا دعویٰ کرنے والے یہود کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کریں اور انجیل میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی اَن گِنت شہادتیں موجود ہیں تو اب نصاریٰ کس مُنہ سے موسےٰ علیہ السلام کی نبوت کا اِنکار کرتے ہیں۔ غرضیکہ راستی کا دامن دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ دونوں اپنی ضِد پر اَڑے ہوئے ہیں۔'' ۲

اس شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں اہل مذہب کے درمیان کھینچا تانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھالیے جانے کے بعد بھی جاری رہی ہے حتیٰ کہ اس کی مثالیں ختم المرسلین ﷺ کے مدنی دور میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے یا مطلب برآری کے لیے بوقتِ ضرورت مسلمانوں کے خلاف متحد ہو جانے کے باوجود آج بھی ایسے شواہد ملتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ''بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ '' ۳ ترجمہ: ان کی لڑائی اُن کے آپس میں بہت سخت ہے (اے مخاطب) تو انہیں مجتمع سمجھتا ہے حالانکہ ان کے دِل متفرق ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ ۴

درجِ ذیل میں ان کی باہمی چپقلشوں میں سے ایک کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے ان دونوں اہل مذہب کی اخلاقی پس ماندگی، جھوٹی ایمانداری اور نمائشی دیانتداری کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے پاس اپنا کلام توراۃ اور انجیل کی شکل میں بھیجا تھا۔ ان کتابوں کو دونوں نے تحریف کا نشانہ بنا دِیا ہے۔ عیسائیوں نے یہودیوں کی کتب مثلاً تناخ کو پہلی صدی عیسوی ہی سے بطور کتابِ مقدس اپنا لیا لیکن اس میں تبدیلیاں کر دیں۔ یہ لفظی اور معنوی تبدیلیاں انہوں نے اپنے مخصوص مقاصد کے پیشِ نظر کیں۔ تناخ کے کس کس مقام پر انہوں نے تحریفیں کیں اس کی تفصیل اور چند مثالیں ایک یہودی کی تحریر کے حوالے سے پیش ہیں لیکن اس سے پہلے تناخ کا مختصر تعارف ملاحظہ کیجئے۔

تناخ کیا ہے؟ تناخ یہودیوں کی ایک مذہبی کتاب ہے جس کا تعارف ایک مغربی عالم ادیان نے یوں کیا ہے:

"Judaism's Bible or Tanakh is made of the Law (Torah), the Prophets (Nabi'im), and the Writings (Ketuvim); its books were written over a period of more than thirteen hundred years of Jewish history, from Moses until several centuries before the common era. The center of this scripture is the Torah, Five Books of Moses." (5)

ترجمہ: یہودی بائبل یا تناخ شریعت (توراۃ)، انبیاء (نبیم)، اور نوشتوں (کیتوبیم) پر مشتمل ہے؛ اس کی کتابیں یہودی تاریخ کے تیرہ سو سال یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر کئی صدیاں قبل مسیح کے عرصہ کے دوران لکھی گئی۔ ان کتب میں توراۃ یعنی موسیٰ کی کتب خمسہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ تناخ یہودیوں کی عبرانی بائبل کا ایک اور نام ہے جسے عیسائیوں نے عہد نامہ قدیم کا نام دیا ہے حالانکہ یہ نام یہودیوں کو پسند نہیں ہے۔[6]

عیسائی اور تناخ: عیسائیوں نے یہودیوں کی کتابوں کو کیوں اپنا لیا؟ ان کے نزدیک تناخ جیسی سابقہ کتابوں کی اہمیت کیوں ہے؟ اس سلسلے میں علماء لکھتے ہیں:

"The Old Testament was the scripture of Jesus and his followers who were themselves Jews. It is identical to the Jewish Bible but with its books in a different order. Christians emphasize the prophetic books above all other parts of the Old Testament, for they are seen to announce the advent of Jesus Christ." (7)

ترجمہ: عہد نامہ قدیم عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین جو خود بھی یہودی تھے، کی مقدس کتاب تھی۔ یہ یہودیوں کی بائبل کے مماثل ہی ہے مگر اس میں کتابوں کی ترتیب مختلف ہے۔ عیسائی عہد نامہ قدیم کے دوسرے حصوں کے مقابلے میں انبیاء کی کتب پر زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ان میں عیسیٰ مسیح کی آمد کے اعلانات ملتے ہیں۔

یہاں یہ کہنا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کی بائبل کو اختیار کرلیا تھا درست نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب انجیل شریف موجود تھی جس کے مطابق آپ علیہ السلام کو زندگی بسر کرنا تھی اور اپنے پیروکاروں کو بھی چلانا تھا۔ البتہ یہ درست ہے کہ خود عیسائیوں نے تناخ کو اپنی مرضی سے اپنا لیا لیکن اس کی کتب اور ان کے مندرجات میں حسب ضرورت تبدیلیاں کیں۔ تبدیلیوں سے پہلے اس کی کتب کی ترتیب کچھ یوں بیان کی جاتی ہے۔

کتبِ تناخ کی تعداد اور ترتیب:

تناخ یا عبرانی بائبل کی کتب کی تعداد کبھی ۲۲ اور کبھی ۲۴ بتائی جاتی ہے۔ کیتھولک عیسائی فرقہ کے عالم پال ارنسٹ ۲۲ یا ۲۴ کے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عبرانی کتابوں کی تعداد ۲۴ اس طرح ہے۔ (۱) توریت (۲) یوشع (۳) قضات (۴) ۱۔سموئیل (۵) ۲۔سموئیل (۶) ۱۔ملوک (۷) ۲۔ملوک (۸) اشعیا (۹) ارمیا (۱۰) حزقیال (۱۱) بارہ (۱۲) مزامیر

(۱۳)امثال (۱۴)ایُّوب (۱۵)نشید الاناشید (۱۶)راعوت (۱۷)مرثیے (۱۸)جامع (۱۹)استیر (۲۰)دانیال (۲۱)عزرا (۲۲)نحمیاہ (۲۳)۱۔اخبار (۲۴)۲۔اخبار۔

عبرانی عہدِ عتیق کی کتابوں کی تعداد۲۲ اِس طرح ہے:- (۱)توریت (۲)یوشع (۳)قُضات (۴) ۱۔سموئیل (۵)۲۔سموئیل (۶)۱۔ملوک (۷)۲۔ملوک (۸)اشعیا (۹)اِرمیا بمع مرثیے (۱۰)حزقیال (۱۱)بارہ (۱۲)مزامیر (۱۳)امثال (۱۴)ایُّوب (۱۵)نشید الاناشید (۱۶)جامع (۱۷)استیر (۱۸)دانیال (۱۹)عزرا (۲۰)نحمیاہ (۲۱)۱۔اخبار (۲۲)۲۔اخبار" ۸

یہاں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ تناخ میں شامل کتابوں کی مذکورہ ترتیب کوئی جامع مانع یا متفق علیہ نہیں ہے یعنی کتابوں کی تعداد، ترتیب اور ان کے ناموں کے سلسلے میں تمام یہودی اور نہ ہی بے شمار عیسائی فرقے اتفاق کرتے ہیں۔ ۹

تناخ کے مختصر تعارف کے بعد اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ واویلا کرنے والا یہودی عیسائیوں کے تناخ سے سلوک کے بارے میں کیا بتاتا ہے۔ بنیادی طور پر اس بحث کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ تمہید کے بعد پہلے اس نے یہ بتایا ہے کہ عیسائیوں نے تناخ میں شامل کتابوں کی ترتیب کیوں بدلی ہے۔ اس کے بعد اس نے پانچ مثالیں دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی تناخ سے عبارتیں نقل کرتے وقت دیانتداری نہیں برتتے۔ اور تیسرے حصہ میں اس نے مثالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ عیسائی تناخ کی عبارتوں کا ترجمہ غلط کرتے ہیں۔ اگرچہ صاحبِ مضمون یہودی کی ساری باتوں سے ایک مسلمان اتفاق نہیں کرسکتا تاہم اس کے مضمون کا ترجمہ من وعن اس لیے پیش کررہے ہیں تاکہ عام لوگوں کو بھی علم ہوجائے کہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق درست باتوں کے متعلق یہودی کیا مؤقف رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اہم غلطیوں کی نشاندہی اور وضاحت کو حواشی میں شامل کیا گیا ہے تاکہ اصل مضمون کے ترجمہ میں ردوبدل نہ ہو۔

شواہد میں تحریف (Tampering With the Evidence) کے عنوان سے یہودی کے مضمون کا ترجمہ ۱۰

مشنری چاہتے ہیں کہ آپ عہد نامہ جدید یعنی موجودہ انجیل پر ایمان لائیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کے دعوؤں کو تناخ کی تائید حاصل ہے۔ ان دعوؤں کے قابلِ اعتماد ہونے کا جائزہ لینے کے لیے آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہ یہودی کتبِ مقدسہ کا استعمال کتنی دیانتداری سے کرتے ہیں۔

تناخ کے ساتھ ساتھ عہد نامہ جدید کا محتاط مطالعہ یہ منکشف کرتا ہے کہ وہ اپنے مؤقف کو تعمیر کرنے کے لیے بہت زیادہ دھوکوں (Deception) کا استعمال کرتے ہیں۔ عہد نامہ جدید کے مصنفین تناخ میں عیسیٰ (علیہ السلام) کی تصویریں اتنی کثرت سے نصب کرنا چاہتے تھے جتنا ممکن تھا۔ لہٰذا ہم دیکھیں گے کہ

انہوں نے شواہد کا کتنا بعید از قیاس استعمال کیا ہے۔ اس رہنما مطالعہ سے آپ جو دو بنیادی سبق سیکھیں گے وہ یہ ہیں:

۱) اصل صورت حال کے حصول کے لیے یہودیت میں تناخ کی ہر ورس (Verse) کو شامل ہونا چاہیے خواہ وہ ورس (verse) ہماری مدح سرائی کرتی ہو یا ہمارے بدترین عیوب کی وجہ سے ہم پر شدید تنقید کرتی ہو۔ مشنری نہ تو ہر ورس کا حوالہ دیتے ہیں اور نہ دے سکتے ہیں۔ وہ تناخ کے اہم حصوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ بہت سی ورسیں اس تصویر کے متضاد ہیں جسے وہ گھڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صرف ان کے ادب کو ہی دیکھ لیں کیا یہ انہیں شامل کرتا ہے یا کر سکتا ہے:

۔۔ خدا کوئی انسان نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولے ..(گنتی ۲۳:۱۹)

"Do not put your trust in princes, nor in the son of man, in whom there is no salvation." Pslam 146:3-4

ترجمہ: اُمرا پر بھروسا نہ کرو اور نہ ہی ابنِ آدم پر، جن کے وسیلے سے کوئی نجات نہیں ہے۔

(زبور/ مزمور ۱۴۶: ۳۔۴) [۱۱، ۱۲]

(یسوع کو بالاستمرار بحیثیت ابنِ آدم ذِکر کیا جاتا ہے۔) [۱۳]

۲) تناخ کی ہر ورس جس کا وہ حوالہ دیتے ہیں یا تو اس کا ترجمہ غلط ہوتا ہے یا اس کا پیش کرنا غلط ہوتا ہے، یا وہ سیاق سے جُدا کر لی گئی ہوتی ہے، یا محض گھڑی گئی ہوتی ہے!

یہ ایک بڑا دعویٰ ہے اس لیے آیئے اس کی مزید تحقیق وتفتیش کرتے ہیں۔

تمہید (Setting the Stage): مندرجہ ذیل اقتباس میں پولس رسول نے یہ کہہ کر اپنی خوشی ظاہر کی کہ لوگوں کو عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لانے کے لیے تیار کرنے پر اسے کیا کچھ کرنا پڑا۔ وہ یہاں مستقبل کے تمام عیسائی مبلغین کے لیے یہ مثال قائم کرتا ہے کہ (The end justifies the means.) یعنی ''انجام وسائل کو جواز فراہم کرتا ہے''۔

''مَیں یہودیوں کے لیے یہُودی بنا تا کہ یہُودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں اُن کے لیے مَیں شرِیعت کے ماتحت ہُوا تا کہ شرِیعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگر چہ خُود شرِیعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لیے بے شرع بنا تا کہ لوگوں کو کھینچ لاؤں (اگر چہ خُدا کے نزدِیک بے شرع نہ تھا بلکہ مسیح کی شرِیعت کے تابع تھا)۔ کمزوروں کے لیے کمزور بنا تا کہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ مَیں سب آدمیوں کے لیے سب کچھ بنا ہُوا ہوں تا کہ کِسی طرح سے بعض کو بچاؤں۔

[۱۔ کرنتھیوں ۹: ۲۰۔۲۲، ترجمہ از کتابِ مقدس]

اب درج ذیل میں کئی ایک مثالیں سامنے لا کر یہ دکھایا جائے گا کہ عیسائی علماء اصل عبارتوں اور شواہد کا حلیہ کتنا زیادہ بگاڑتے ہیں۔

کتبِ تناخ کی ترتیب (The Order of The Tanach):

عیسائیوں کی دست درازی کا گہرا اِدراک کتب تناخ کی ترتیب جیسے سادے سے مسئلے سے شروع ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ لفظ تناخ ایک ایسا نام ہے جو یہودیوں کی کتبِ مقدسہ کے تین حصوں کے ناموں کے ابتدائی حروف سے بنایا گیا جو یہ ہیں: توراۃ (پانچ کتابیں)، نویم (انبیاء)، کیسویم (نوشتے)۔ عہد نامہ جدید کے قانونی حیثیت حاصل کرنے سے آٹھ سو سال پہلے تناخ تقریباً پانچ سو قبل مسیح میں اجتماع عظیم کے بزرگ شرکاء (The Men of The Great Assembly) کے ہاتھوں قانونی حیثیت حاصل کر چکی تھی جنھوں نے کتابوں کی ترتیب کو واضح اہمیت دی۔ جب کلیسیا نے تناخ پر عہد نامہ جدید کی ناجائز پیوندکاری کی کوشش کی اور بائبل کو تخلیق کیا تو ترجمے اور ترتیبِ کتب میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں تاکہ ہماری کتب سے ان کی کتابیں بہتر انداز میں نکلتی ہوئی (Flow better from our books) معلوم ہو سکیں۔

حقیقت کو منکشف کرنے والی اس عبارت کو دیکھئے کہ کیسے انہوں نے کتب مقدسہ کو ترتیبِ نَو دے دی۔ اس طرح ان کے ایسے کرتوت ہمیں کئی اور چیزیں بھی دکھاتے ہیں۔

۱) انہوں نے یہ محسوس کیا کہ انہیں ہماری تناخ کی ترتیبِ نَو کے لیے بحیثیت ایڈیٹر کوئی لائسنس حاصل ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ وہ دوسری کئی چیزوں کو بھی بدل ڈالنے میں اس آزادی کا اظہار کرتے ہیں۔

۲) نئی ترتیب کا مطلب یہ تھا کہ ہماری کتاب اب تناخ نہ کہی جا سکے بلکہ اسے کوئی نیا نام دیا جائے گا۔ انہوں نے بدل کر اس کا نام عہد نامہ قدیم رکھا جو عہد نامہ جدید کا تقاضا کرتا ہے۔

متی اور مرقس کی انجیلوں میں داخل ہونے کے لیے عہد نامہ قدیم کو تواریخ اول اور دوم (1st & 2nd Chronicles) پر ختم کرنے کی بجائے زکریا اور ملاکی کی کتب پر ختم کرنا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تواریخ دوم (2nd Chronicles) یہودیوں کے متعلق ایک خوش آئند اور امید افزا پیغام پر اختتام پذیر ہوتی ہے یہ وہ حقیقت ہے جسے عہد نامہ جدید ہمیں دِکھانے سے گریز کرتا ہے۔

شاہِ فارس خورَس (Cyrus king of Persia) یُوں فرماتا ہے کہ خُداوند آسمان کے خُدا نے زمین کی سب مملکتیں مُجھے بخشی ہیں اور اُس نے مُجھ کو تاکید کی ہے کہ مَیں یروشلیم میں جو یہُوداہ میں ہے اُس کے لئے ایک مسکن بناؤں پس تُمہارے درمیان جو کوئی اُس کی ساری قوم میں سے ہو خُداوند اُس کا خُدا اُس کے ساتھ ہو اور وہ روانہ ہو جائے۔ [۲۔ تواریخ ۳۶: ۲۳، ترجمہ از کتابِ مقدس]

ملاکی کی کتاب کا اختتام اس مفہوم کے برعکس ہے: (Malachi in contrast ends with:)

دیکھو خُداوند کے بُزرگ اور ہولناک دِن کے آنے سے پیشتر مَیں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا...۔

[ملاکی ۴:۵، ترجمہ از کتابِ مقدس]۱۴

یہ عبارت عہد نامہ جدید کی کہانی کے یوحنا اصطباغی کی طرف لے جانے کا عظیم نشان ہے جو عیسائیوں کے زعم میں ایلیاہ نبی ہے جو یسوع مسیح کو لے آتا ہے۔ (حالانکہ عہد نامہ جدید، یوحنا کی انجیل کے مطابق یوحنا اصطباغی اپنے بارے میں ایلیاہ نبی ہونے سے درحقیقت انکار کرتا ہے۔)

نصوص کا گمراہ کُن استعمال (Misquoting Texts):-

اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ عیسائی ہمارے متن یعنی نصوص کو کتنی ایمانداری سے نقل کرتے ہیں۔ ہم عہد نامہ جدید کی پہلی کتاب متی کی انجیل کے الفاظ کے جائزے سے ابتدا کرتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل عبارتیں تناخ میں اپنے مصادر و منابع کے ساتھ پیش ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ متی نے کتنی دیانتداری سے مختلف اشیاء کا چربہ اتارا؟

مثال نمبر ۱: پس وہ اُٹھا اور رات کے وقت بچّے اور اُس کی ماں کو ساتھ لیکر مِصر کو روانہ ہوگیا۔ اور ہیرودیس کے مرنے تک وہیں رہا تاکہ جو خُداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پُورا ہو کہ مِصر میں سے مَیں نے اپنے بیٹے کو بُلایا۔ [عہد نامہ جدید، متی ۲:۱۴۔۱۵، ترجمہ از کتاب مقدس]

عہد نامہ جدید کی یہ کہانی یوسف کے متعلق ہے جو اپنی بیوی مریم اور بچے عیسیٰ (علیہما السلام) کے ساتھ فرار ہوا تھا۔

جب اسرائیل ابھی بچہ ہی تھا مَیں نے اُس سے محبت رکھی اور اپنے بیٹے کو مِصر سے بُلایا۔ (تناخ: ہوسیع ۱۱:۱) ہوسیع یہاں صاف انداز میں یہودی قوم کو مجموعی طور پر ہاشیم کے بیٹے (Hashem's "son") ۱۵ کی حیثیت سے بیان کرتا ہے۔ ایسے ہی ہمیں تناخ کے دوسرے مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

مثال نمبر ۲: جب ہیرودیس نے دیکھا کہ مجوسیوں نے میرے ساتھ ہنسی کی تو نہایت غصّے ہُوا اور آدمی بھیج کر بیت لحم اور اُس کی سب سرحدوں کے اندر کے اُن سب لڑکوں کو قتل کروا دِیا جو دو دو برس کے یا اِس سے چھوٹے تھے، اُس وقت کے حساب سے جو اُس نے مجوسیوں سے تحقیق کی تھی۔ اُس وقت وہ بات پُوری ہُوئی جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہی گئی تھی کہ۔ ''رامہ میں آواز سُنائی دی۔ رونا اور بڑا ماتم۔ راخِل اپنے بچّوں کو رو رہی ہے اور تسلّی قبول نہیں کرتی اِس لئے کہ وہ نہیں ہیں۔'' [متی ۲:۱۶۔۱۸، ترجمہ از کتابِ مقدس]

کیا راخِل ان بچّوں کے لیے رو رہی تھی جو قتل کر دیئے گئے تھے؟ (عہد نامہ جدید میں مذکور مقتول

ہونے والے بچوں کا کوئی تاریخی ریکارڈ نہیں ہے)

تناخ، یرمیاہ ۳۱: ۱۵ خُداوند یُوں فرماتا ہے کہ رامہ میں ایک آواز سُنائی دی۔ نُوحہ اور زار زار رونا۔ راخل اپنے بچّوں کو رو رہی ہے وہ اپنے بچّوں کی بابت تسلّی پذیر نہیں ہوتی کیونکہ وہ نہیں ہیں۔ خُداوند یُوں فرماتا ہے کہ اپنی زاری کی آواز کو روک اور اپنی آنکھوں کو آنسوؤں سے باز رکھ کیونکہ تیری محنت کے لئے اجر ہے خُداوند فرماتا ہے اور وہ دُشمن کے مُلک سے واپس آئیں گے۔ اور خُداوند فرماتا ہے تیری عاقبت کی بابت اُمّید ہے کیونکہ تیرے بچے پھر اپنی حدُود میں داخل ہونگے۔ ۱۶

یرمیاہ نبی کا زمانہ ہیکل کی پہلی تباہی اور اس کے بعد آنے والی جلا وطنی کے درمیان بنتا ہے۔ وہ رونا جس کے بارے میں اس نے لکھا ہے وہ راخل کے بچّوں (یہودی قوم) کے لیے تھا جو جلا وطن اور اسیر کر لیے گئے تھے لیکن انہیں ایک نہ ایک دن واپس لایا جانا تھا۔ عہد نامہ جدید سے یہ دوسری مثال ہے جو یہودیوں کی انجام کار نجات کو بیان نہیں کرتی۔

مثال نمبر۳: اور وہ آیا اور ناصرۃ نام ایک شہر میں جابسا، تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پُورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا۔ (کتاب مقدس، متی ۲:۲۳)

تناخ (Tanach: Nothing): پوری تناخ میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے؛ یہ محض اختراع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ناصرۃ شہر کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ کچھ عیسائی کوشش سے اس ورس کو ''نذیر'' سے جوڑتے ہیں۔ نذیر ایک ایسا شخص ہوتا ہے جو شراب وغیرہ سے پرہیز کی قسم کھاتا ہے۔ نذیر (Nazir) کے حروف میں z ہے جبکہ ناصرۃ [(Natzeret (Nazareth] کے حروف میں tz ہے۔

مثال نمبر۴: یہاں ہم پہلے تناخ کا جائزہ لیں گے اور اس کے بعد یہ دیکھیں گے کہ متی کیسے قطع و بُرید کر کے عبارتیں چسپاں (cuts & pastes) کرتا ہے۔

Now therefore, behold, the Lord brings upon them the waters of the river, strong and many, the king of Assyria and all his glory; and it will rise over all its channels, and go over all its banks... For there is no weariness to him (the king of Assyria) who is set against her, at the first he lightly afflicted the land of Zebulon, and the land of Naphtali, and afterwards he afflicted her more grievously by the way of the sea, beyond the Jordan, in Galilee of the nations. (Tanach: Isaiah 8:7)

تناخ، یسعیاہ ۸:۷ ''اِس لئے اب دیکھ خُداوند دریائی فرات کے سخت شدید سَیلاب کو یعنی شاہِ اسُور اور اُس کی ساری شوکت کو اِن پر چڑھا لائیگا اور وہ اپنے سب نالوں پر اور اپنے کناروں سے بہ نکلے گا...

کیونکہ شاہِ اسُور کو کوئی تھکاوٹ نہیں جسے اس کے خلاف مقرر کیا گیا ہے۔ پہلے پہل اس نے سرزمینِ زبلون اور نفتالی کو معمولی چوٹ لگائی مگر بعد میں اس نے سمندر کی سمت سے یردَن کے پار قوموں کے گلیل میں ان پر شدید ضرب لگائی۔" ١٧

تناخ: یسعیاہ ۹:۱ "جب لوگ تاریکی میں چلتے تھے انہوں نے بڑی روشنی دیکھی۔ جو موت کے مُلک کے سایہ میں رہتے تھے اُن پر نُور چمکا۔ تُو نے قوم کو بڑھایا۔ تُو نے اُن کی شادمانی کو زیادہ کیا۔ وہ تیرے حُضُور ایسے خُوش ہیں جیسے فصل کاٹتے وقت اور غنیمت کی تقسیم کے وقت لوگ خُوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ تُو نے اُن کے بوجھ کے جُوئے اور اُن کے کندھے کو لٹھ اور اُن پر ظلم کرنے والے عصا کو اَیسا توڑا ہے جیسا مِدیان کے دِن میں کِیا تھا۔" ١٨

یسعیاہ یہاں شاہِ اسُور کے بارے میں بات کر رہا ہے جس نے اپنی فوج کے ساتھ اسرائیل کی شمالی سلطنت پر حملہ کیا، کاری ضرب لگا کر اسے فتح کر لیا اور دَس قبائل کو جلا وطن کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ تا ہم باب ۹ میں یہودہ کی سلطنت کے باشندوں نے ان عظیم افواج کو معجزانہ طور پر تباہ ہوتے دیکھا۔ ایسا ہی قضاۃ کے دور میں مِدیان (Midian) کی سلطنت کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

عہد نامہ جدید، متی ۴:۱۳: "اور ناصرۃ کو چھوڑ کر وہ (یسوع) کفرنحوؔم میں جا بسا۔ جو جھیل کے کنارے زبولوؔن اور نفتاؔلی کی سرحد پر ہے۔ تا کہ جو یسعیاؔہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پُورا ہو کہ۔ زبولوؔن کا علاقہ اور نفتاؔلی کا علاقہ دریا کی راہ یردَن کے پار غیر قوموں کی گلیلؔ۔ یعنی جو لوگ اندھیرے میں بیٹھے تھے اُنہوں نے بڑی روشنی دیکھی اور جو مَوت کے مُلک اور سایہ میں بَیٹھے تھے اُن پر روشنی چمکی۔" ١٩

متی یہ چاہتا ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ یسعیاہ نے یہاں قوم اسرائیل پر شاہِ اسُور کے حملے اور ہاشم کی نجات (Hashem's salvation) جیسا کہ مدیان کے ساتھ ہوا، کے تاریخی بیان کی بجائے عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے۔

مثال نمبر ۵:

Then was fulfilled that which was spoken by Jeremiah the prophet, saying, "And they took the thirty pieces of silver, the price of him that was valued, whom they of the children of Israel did value; And gave them for the potter's field, as the Lord appointed me."

(New Testament Matthew 27:9-10)

ترجمہ: اُس وقت وہ پُورا ہوا جو یرمیاؔہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی انہوں نے اس

کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لیے۔ (اسکی قیمت بعض بنی اسرائیل نے ٹھہرائی تھی)۔ اور ان کو کمہار کے کھیت کے لیے دِیا جیسا خداوند نے مجھے حکم دیا۔ (متی ۲۷: ۹۔۱۰ ترجمہ از کتاب مقدس)۲۰

(یہ عبارت چاندی کے ان تیس ٹکڑوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جو یہوداہ نے عیسیٰ (علیہ السلام) سے غداری کرنے) کے عوض لیے تھے۔ یہوداہ نے خودکشی کرنے سے پہلے انہیں ہیکل میں پھینک دیا تھا) یرمیاہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم جو کچھ پا سکتے ہیں وہ (یرمیاہ ۳۲: ۶۔۷) اور (زکریاہ ۱۱: ۱۲۔۱۴) کا یہ مجموعہ ہے:

تب یرمیاہ نے کہا کہ خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا اور اس نے فرمایا۔ دیکھ تیرے چچا سلوم کا بیٹا حنم ایل تیرے پاس آ کر کہے گا کہ میرا کھیت جو عنتوت میں ہے اپنے لیے خرید لے کیونکہ اس کو چھڑانا تیرا حق ہے۔ (تناخ: یرمیاہ ۳۲: ۶۔۷)

اور میں نے ان سے کہا کہ اگر تمہاری نظر میں ٹھیک ہو تو میری مزدوری مجھے دو نہیں تو مت دو اور انہوں نے میری مزدوری کے لیے تیس روپے تول کر دئے۔ ٥ اور خداوند نے مجھے حکم دیا کہ اسے کمہار کے سامنے پھینک دے یعنی اس بڑی قیمت کو جو انہوں نے میرے لیے ٹھہرائی اور میں نے یہ تیس روپے لیکر خداوند کے گھر میں کمہار کے سامنے پھینک دئے۔ ٥ تب میں نے دوسری لاٹھی یعنی اتحاد نامی کو کاٹ ڈالا تا کہ اس برادری کو جو یہوداہ اور اسرائیل میں ہے موقوف کروں۔ ٥ (تناخ: زکریاہ ۱۱: ۱۲۔۱۴)

تناخ کی وَرسوں کے ساتھ کیا متی کا سلوک اتنا دیانتدارانہ ہے کہ آپ اس پر یقین کر لیں؟ اب آیئے زبور ۲۲: ۱۷ کے گمراہ کُن ترجمے پر توجہ مرکوز کریں۔

کیونکہ کُتوں نے مُجھے گھیر لیا ہے۔ بدکاروں کی گروہ مُجھے گھیرے ہُوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں چھیدتے ہیں۔ (زبور ۲۲: ۱۷)۲۱

بمقابلہ اصل عبرانی (VS Original Hebrew)

For dogs surround me; the assembly of the wicked encircles me, like a lion (at) my hands and feet.

کیونکہ کُتوں نے مُجھے گھیر لیا ہے۔ میرے ہاتھوں اور پاؤں میں ایک شیر کی طرح بدکاروں کی گروہ مُجھے گھیرے ہُوئے ہے۔

اگر آپ باقی تمام جگہوں کا جائزہ لیں جہاں عیسائی مترجمین (C'Ari) کا ترجمہ کرتے ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ وہ اس کا ترجمہ ''ایک شیر کی طرح'' کرتے ہیں۔

کنواری سے پیدائش (The Virgin Birth):

اس لیے خُداوند تُم کو ایک نشان بخشے گا۔ دیکھو ایک کنواری حامِلہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اُس کا نام عِمّانوایل رکھے گی۔ (یسعیاہ ۷:۱۴، ترجمہ از کتابِ مقدس)

یہ وہ دَرس ہے جس پر عیسائیت اپنے اس دعوے کی بنیاد رکھتی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) ایک کنواری سے پیدا ہوئے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کنواری سے پیدائش کی کہانیاں بت پرستوں اقوام کی داستانوں میں عام تھیں جنہیں اس قسم کے لوگ جلدی سے قبول کر لیتے تھے۔

سلطنتِ یہوداہ کے بادشاہ آحاز (Ahaz) پر اسرائیل اور آرام (Aram) کی فوجیں حملہ آور ہوتی رہتی تھیں اور تباہی و بربادی پھیلاتی رہتی تھیں۔ اس کے خوف کو کم کرنے کے لیے ہاشم (Hashem) نے اسے ایک نشان دیا کہ وہ اور اس کی باقی سلطنت بچ جائے گی۔

The (not a) young woman that Ahaz knew) was pregnant, and would give birth.)

یہ نہیں کہ ایک جوان عورت جسے آحاز جانتا تھا حاملہ تھی اور ایک بچے کو جنم دے گی۔ حقیقی نشان یہ تھا کہ اس سے پہلے کہ بچہ بُرائی کا انکار اور نیکی کو اختیار کرنا سیکھے، آحاز دونوں سلطنتوں سے محفوظ ہو جائے گا۔

آحاز کا زمانہ یسوع کی پیدائش سے سات سو سال پہلے بنتا ہے۔ سات سو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کے سبب سے اسے کیا سکون ملے گا؟ کیونکہ اُسے تو اُس کے دور میں ہی مدد کی ضرورت تھی۔

عیسائی مترجمین لفظ (almah) کو لیتے ہیں جس کا معنی نوجوان عورت ہے، اور کا مطلب ایک کنواری کرتے ہیں جو دراصل بتولہ ہوتی ہے۔ اس الفاظ کا موازنہ تناخ میں مذکور دوسرے مقامات پر اس لفظ کے استعمال سے کریں تو نوجوان عورت کا ترجمہ درست ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر اس کا معنی کنواری ہی کریں تو کنواری سے پیدائش آحاز کے دور ہی میں ہونی چاہیے مگر اس کے دور میں اس قسم کے کسی واقعہ کا تاریخ میں ذکر نہیں ملتا۔

خُون سے کفّارہ (Blood Atonement):

For the life of the flesh is in the blood; and I have given it to you upon the altar to make an atonement for your souls; for it is the blood that makes an atonement for the soul. (Leviticus 17:11)

کیونکہ بَدن کی جان خُون میں ہے اور اِسی واسطے مَیں نے اُسے تُم سے مذبَح پر رکھوایا تا کہ اُس سے تُمہاری جانوں کا کفّارہ دیا جائے۔ کیونکہ خُون جان کا کفّارہ دیتا ہے۔ (اَحبار ۱۷:۱۱، ترجمہ از کلامِ مقدس) ۲۲

کفارہ سے عموماً مراد وہ قیمت ہوتی ہے جو ہمارے گناہوں کی معافی کے لیے ادا کی جاتی ہے۔ عیسائی مشنریز آپ کو یہ بتائیں گے کہ اوپر مذکور عبارت یہ بیان کرتی ہے کہ صرف خُون ہی ہماری جانوں کا کفارہ بن سکتا ہے۔ کیونکہ ہم یہودی اب ہیکل کی کوئی قربانیاں نہیں کرتے تو ہم کفارہ کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ان قربانیوں کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ''اگر ہم عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لے آئیں تو ان کا خُون دائمی طور پر ہمارا کفارہ ادا کر دیتا ہے۔''

ہم ایک بار پھر اصرار کرتے ہیں کہ ہر عبارت کا درست مفہوم جاننے کے لیے اسے اس کے پورے سیاق میں رکھ کر دیکھنا چاہیے۔

اور اسرائیل کے گھرانے کا یا اُن پردیسیوں میں سے جو اُن میں بُود و باش کرتے ہیں جو کوئی کِسی طرح کا خُون کھائے مَیں اُس خُون کھانے والے کے خِلاف ہوں گا اور اُسے لوگوں میں سے کاٹ ڈالوں گا۔ o کیونکہ جسم کی جان خُون میں ہے اور مَیں نے مذبح پر تُمہاری جانوں کے کفارہ کے لیے اُسے تُم کو دِیا ہے کہ اُس سے تُمہاری جانوں کے لیے کفارہ ہو کیونکہ جان رکھنے ہی کے سبب سے خُون کفارہ دیتا ہے۔ o اِسی لیے مَیں نے بنی اسرائیل سے کہا ہے کہ تُم میں سے کوئی شخص خُون کبھی نہ کھائے اور نہ کوئی پردیسی جو تُم میں بود و باش کرتا ہو کبھی خُون کو کھائے۔ o اور بنی اسرائیل میں سے یا اُن پردیسیوں میں سے جو اُن میں بود و باش کرتے ہیں جو کوئی شکار میں اَیسے جانور یا پرندہ کو پکڑے جِس کو کھانا ٹھیک ہے تو وہ اُس کے خُون کو نِکال کر اُسے مٹی سے ڈھانک دے۔ o کیونکہ جسم کی جان جو ہے وہ اُسکا خُون ہے جو اُس کی جان کے ساتھ ایک ہے۔ اِسی لیے مَیں نے بنی اسرائیل کو حُکم کِیا ہے کہ تُم کِسی قِسم کے جانور کا خُون نہ کھانا کیونکہ ہر جانور کی جان اُس کا خُون ہی ہے جو کوئی اُسے کھائے وہ کاٹ ڈالا جائیگا۔

(احبار ۱۷: ۱۰-۱۴، ترجمہ از کتاب مقدس)

صاف ظاہر ہے کہ یہ عبارت خون کھانے سے منع کرتی ہے۔ یہ کفارہ سے متعلق ہے ہی نہیں۔ خون خاص چیز ہے اور جب قربانیاں ہمارے کفارے کے لیے اپنا کردار ادا کرتی ہیں تو یہ خُون ہی ہوتا ہے (نہ ناک نہ پاؤں نہ کان) جو کفارہ دیتا ہے۔ جب مذبح پر پیش کیا جاتا ہے۔ تا ہم کیا خونی قربانیاں ہی صرف ایسی چیز ہیں جو کفارہ بن سکتی ہیں؟ تناخ کے مطابق ایسا نہیں ہے۔ ہم اس موضوع کو ''کیا کفارے کے لیے خون ضروری ہے؟'' نامی ایک الگ مقالے میں زیر بحث لائیں گے۔

اب تک مجھے امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ تناخ کا اس کی اصل زبان اور سیاق میں مطالعہ کتنا اہم اور ضروری ہے۔ عیسائیوں کی کتب مقدسہ کے مصنفین کا ایک خاص ایجنڈا تھا اور انہیں یہودیوں کی

کتب مقدسہ کی اس لیے ضرورت تھی کہ ایجنڈے میں طے اُن کے اہداف انہیں حاصل ہوسکیں۔

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے عیسائیوں کی تاریخ کے متن کے متعلق ساری کاروائیوں کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے تحریف متن کی چند ایک مثالیں ضرور پیش کی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے عقائد کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ اب ہم اپنی توجہ یسوع کی شخصیت کو بحیثیت ایک نبی اور مسیح کے سمجھنے کی طرف مبذول کرتے ہیں۔ کیا واقعی اس نے یہ کردار ادا کیا ہے؟ (ترجمہ ختم شد)

حواشی وحوالہ جات

☆ کتاب مقدس، (لاہور: انارکلی بائبل سوسائٹی (سیریز) ۹۵/۹۴)

☆ کلام مقدس، (لاہور: ابلاغیات مقدس پولوس، بار ہشتم ۱۹۹۹ء)

۱ امام اہلسنّت غزالیٔ زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ، 'البیان'

(ملتان: کاظمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)

۲ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ضیاء القرآن، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۰۲ھ)، ج ۱، ص ۸۶۔۸۷، حاشیہ ۱۲۸

۳ سورۃ الحشر: ۱۴

۴ البیان، حوالہ مذکور، ص ۸۲۱

(5) Andrew Wilson (ed), World Scriptures, (Delhi: Motilal Banarsidass Publishers, 1993), p. 7

۶ یہودیوں کی موجودہ کتب مقدسہ کی تاریخ، تدوین اور ان میں ردوبدل کے متعلق غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب ''مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں'' میں صفحہ ۱۵ تا ۳۴ خوبصورت تحقیقی اور مناسب مواد جمع کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: غلام احمد پرویز، مذاہب عالم کی آسمانی کتابیں، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ ۲۵۔ بی گلبرگ، طبع پنجم، ۱۹۹۶ء)

(7) Andrew Wilson (ed), World Scriptures, op. cit., p. 7

۸ پال ارنسٹ، خُدا کی کتاب، (کراچی: کیتھ کیٹیکل سنٹر، بار اول، ۱۹۸۵ء)، ص ۳۷۔۳۸

۹ اس حوالے سے خود یہودیوں اور بعد میں عیسائیوں کے درمیان مزید اختلافات کی کچھ تفصیل پال ارنسٹ کی مذکورہ تصنیف ''خدا کی کتاب'' کے صفحات ۳۱ تا ۵۰ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۱۰ یہودی مضمون نگار کی اصل عبارت کے لیے انٹرنیٹ کی سائیٹ

(http://www.torahatlanta.com/evidence.html) پر رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۔ زبور اور مزامیر میں فرق: پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے نزدیک Pslam کا معنی زبور ہے جبکہ کیتھولک عیسائیوں کے نزدیک مزمور جس کی جمع مزامیر ہے۔ اس اختلاف کا فوری اثر یہ ہوتا ہے کہ زبور کا لفظ سُنتے ہی ایک مسلمان کا ذہن اس آسمانی کتاب کی طرف چلا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام پر اُتاری تھی جبکہ لفظِ مزامیر کو سُن کر ایک انسان کا ذہن آلاتِ موسیقی اور گانے بجانے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اللہ کی نازل کردہ کتاب زبور کو آلاتِ موسیقی یا گانے بجانے سے کیا مناسبت اور تعلق ہو سکتا ہے؟ ایک مسلمان کے لیے اس اُلجھن کا سمجھنا آسان نہیں ہے۔

۱۲۔ یہودی نے Pslam146:3-4 کی جو عبارت نقل کی ہے اُس میں دو باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ ایک ہے اس کا حوالہ اور دوسرا ہے اس کا ترجمہ۔ یہودی نے جو حوالہ دیا ہے اس کے مطابق یہ ایک نہیں بلکہ دو وَرسیں (verses) ہیں یعنی تیسری اور چوتھی جبکہ اردو بائبلوں (کتاب مقدس اور کلام مقدس) کے مطابق یہ دو نہیں بلکہ ایک یعنی تیسری وَرس ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس وَرس کے حوالے میں یہ اردو بائبلیں بھی متفق نہیں ہیں۔ کتاب مقدس کے مطابق یہ وَرس زبور/ مزمور ۱۴۶ جبکہ کلام مقدس کے مطابق یہ ۱۴۵ کی ہے۔ پھر اُس کا درست ترجمہ وہی ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے۔ لیکن کتاب مقدس والے عیسائیوں نے son of man کا معنی 'آدم زاد' جبکہ کلام مقدس والے عیسائیوں نے 'انسان' لکھا ہے۔ کتاب مقدس کے مطابق اس وَرس کی عبارت یہ ہے: ''نہ اُمرا پر بھروسا کرو نہ آدم زاد پر۔ وہ بچا نہیں سکتا۔ زبور ۱۴۶: ۳''۔ جبکہ کلام مقدس کے مطابق یہ یوں ہے: ''اُمرا پر بھروسا نہ کرو۔ یعنی اِنسان پر جس سے نجات نہیں مل سکتی۔ مزمور ۱۴۵: ۳''۔ son of man کا معنی چاہے آدم زاد کیا جائے یا اِنسان دونوں ہی غلط ہیں کیونکہ آدم زاد اور انسان میں عورتیں بھی شامل ہیں جبکہ انگریزی لفظ son کا معنی بیٹا ہے بیٹی نہیں۔ انگریزی کے انہی الفاظ کا معنی اردو بائبلوں نے کثیر مقامات پر ''ابنِ آدم/ابنِ انسان'' کیا ہے کیونکہ اس سے متعلق بات ذرا طویل ہے اس لیے اسے مؤخر کرتے ہیں اور اس سے پہلے ایک اور خرابی کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے جو اس وَرس کے لیے اردو بائبلوں کی اختیار کردہ عبارت کی وجہ سے سامنے آئی ہے۔ ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھروسا کس پر نہ کیا جائے؟ کتاب مقدس کا جواب ہے کہ نہ اُمرا نہ آدم زاد پر یعنی یہاں دو چیزوں پر بھروسا کرنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ کلام مقدس کا جواب اس سے مختلف ہے: ''اُمرا پر بھروسا نہ کرو۔ یعنی اِنسان پر''۔ یہاں دو نہیں بلکہ ایک چیز پر بھروسا سے منع کیا گیا ہے۔ کتاب مقدس جس کی عبارت اس نکتہ پر یہودی کی ذکر کردہ عبارت کے قریب ہے کے مطابق اُمرا اور آدم زاد دو الگ الگ چیزیں ہیں جبکہ کلام مقدس کے مطابق یہ دو نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ اس حوالے سے غور کریں تو یہودی کی بات دُرست معلوم

ہوتی ہے کہ عیسائی بائبل کی عبارتوں میں بڑی آزادی اور بے خوفی سے ردوبدل کرتے رہتے ہیں۔

اب آیئے son of man یعنی ابنِ آدم کی طرف۔ کنگ جیمز ورژن (King James Version) نامی بائبل میں son of man کے الفاظ ایک سَو بیانوے (۱۹۲) ورسوں میں ایک سَو چھیانوے (۱۹۶) بار استعمال ہوئے ہیں۔ عہد نامہ قدیم میں ایک سَو آٹھ (۱۰۸) جبکہ عہد نامہ جدید میں چوراسی (۸۴) بار۔ ایک اور انگریزی بائبل New International Version میں یہ الفاظ کم کر کے (۱۹۲) کی بجائے ایک سَو بیاسی (۱۸۲) بار استعمال کیے گئے ہیں لیکن درجِ ذیل بحث میں ہم طوالت کے خوف سے اِس انگریزی بائبل کو خارج از بحث کرتے ہیں اور صرف تین یعنی King James Version، کتاب مقدس اور کلام مقدس بائبلوں کی مدد سے حاصلِ مطالعہ پیش کرتے ہیں۔

کنگ جیمز ورژن کے الفاظ Son of man کے ساتھ کتاب مقدس اور کلام مقدس نے مختلف انداز میں سلوک کیا ہے۔ ہمیں کتاب مقدس میں ان الفاظ کے دو معنٰے ''آدم زاد اور ابنِ آدم'' ملتے ہیں جبکہ کلام مقدس میں ان کے چار معنٰے آدم زاد، انسان، ابنِ بشر اور ابنِ انسان کیے گئے۔ ان چاروں کی تفصیل یوں ہے:

نمبر۱۔ کتاب مقدس اور کلام مقدس دونوں نے بالاتفاق آدم زاد لکھا ہے۔ (گنتی ۲۳:۱۹؛ ایوب ۲۵:۶؛ ۳۵:۸؛ زبور/مزمور ۸:۴ (کیتھ ۵) زبور/مزمور ۱۴۴/۱۴۳:۳؛ یرمیاہ ۴۹: ۱۸، ۳۳؛ ۵۰: ۴۰؛ ۵۱:۴۳؛ عبرانیوں ۲:۶)

نمبر۲۔ کتاب مقدس نے ابنِ آدم لکھا ہے جبکہ کلام مقدس نے ابنِ انسان لکھا ہے۔ (زبور/مزمور ۸۰: ۱۷/۷۹: ۱۸؛ دانی ایل/دانیال ۷: ۱۳؛ متی ۸: ۲۰؛ ۹: ۶؛ ۱۰: ۲۳؛ ۱۱: ۱۹؛ ۱۲: ۸، ۳۲، ۴۰؛ ۱۳: ۳۷، ۴۱؛ ۱۶: ۱۳، ۲۷، ۲۸؛ ۱۷: ۹، ۱۲، ۲۲؛ ۱۸: ۱۱ (یاد رہے کہ یہ ورس بہت سی بائبلوں سے نکال دی گئی ہے)؛ ۱۹: ۲۸؛ ۲۰: ۱۸، ۲۸؛ ۲۴: ۲۷، ۳۰، ۳۷، ۳۹، ۴۴؛ ۲۵: ۳۱؛ ۲۶: ۲، ۲۴، ۴۵، ۶۴؛ مرقس ۲: ۱۰، ۲۸؛ ۸: ۳۱، ۳۸؛ ۹: ۹/۸ [کتاب مقدس میں باب ۸ میں ۳۸ جبکہ کلام مقدس میں ۳۹ اور اسی طرح کتاب مقدس کے باب ۹ میں ۵۰ مگر کلام مقدس میں ۴۹ ورسیں ہیں] ۱۲/۱۱، ۳۱/۳۰؛ ۱۰: ۳۳، ۴۵؛ ۱۳: ۲۶؛ ۱۴: ۲۱، ۴۱، ۶۲؛ لوقا ۵: ۲۴؛ ۶: ۵؛ ۷: ۳۴؛ ۹: ۲۲، ۲۶، ۴۴، ۵۶ (موجودہ انگریزی بائبلوں میں اس ورس کی عبارت ناقص ہے)، ۵۸؛ ۱۱: ۳۰؛ ۱۲: ۸، ۱۰، ۴۰؛ ۱۷: ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۳۰؛ ۱۸: ۸، ۳۱؛ ۱۹: ۱۰؛ ۲۱: ۲۷، ۳۶؛ ۲۲: ۲۲، ۴۸، ۶۹؛ ۲۴: ۷؛ یوحنا ۱: ۵۱؛ ۳: ۱۳، ۱۴؛ ۶: ۲۷، ۵۴/۵۳ (کتاب مقدس کے اس باب میں ۷۱ جبکہ کلام مقدس میں ۷۲ ورسیں ہیں۔) ۶۳/۶۲؛ ۸: ۲۸؛ ۱۲: ۲۳، ۳۴؛ ۱۳: ۳۱؛ اعمال ۷: ۵۶)

نمبر۳۔ کتاب مقدس نے آدم زاد لکھا ہے جبکہ کلام مقدس نے ابنِ بشر لکھا ہے۔ (یسعیاہ ۵۱: ۱۲؛ ۵۶: ۲؛ حزقی

ایل ۲:۱، ۳، ۶، ۸؛ ۳:۱، ۳، ۴، ۱۰، ۱۷، ۲۵؛ ۴:۱، ۱۶؛ ۵:۱؛ ۶:۲؛ ۷:۲؛ ۸:۵، ۶، ۸، ۱۲، ۱۵، ۱۷؛ ۱۱:۲، ۴، ۱۵؛ ۱۲:۲، ۳، ۹، ۱۸، ۲۲، ۲۷؛ ۱۳:۲، ۱۷؛ ۱۴:۳، ۱۳؛ ۱۵:۲؛ ۱۶:۲؛ ۱۷:۲؛ ۲۰:۳، ۴، ۲۷[نوٹ: کلام مقدس میں حزقیال ۲۰ ورس ۴۴ پر ختم ہو جاتا ہے جبکہ کتاب مقدس میں حزقی ایل ۲۰ ورس نمبر ۴۹ پر۔ بقیہ ورسز کلام مقدس نے باب ۲۱ میں شامل کی ہیں۔ اس طرح کتاب مقدس کے باب ۲۱ میں ۳۲ جبکہ کلام مقدس کے باب ۲۱ میں ۳۷ ورسز ہیں۔ اگر ہم انگریزی میں کیتھولک بائبلوں کا اسی حوالے سے جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نیو امریکن بائبل نے کلام مقدس کا ساتھ دیا ہے جبکہ ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن اور نیو ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن نے کتاب مقدس کا مؤقف قبول کیا ہے۔] ۲۰:۴۶/ ۲۱:۱؛ ۲۱:۲/ ۷؛ ۶/۱۱، ۹/۱۴، ۱۲/۱۷، ۱۴/۱۹، ۱۹/۲۳، ۲۸/۳۳؛ ۲۲:۲، ۱۸، ۲۴؛ ۲۳:۲، ۳۶؛ ۲۴:۲، ۱۶، ۲۵؛ ۲۵:۲؛ ۲۶:۲؛ ۲۷:۲؛ ۲۸:۲، ۱۲، ۲۱؛ ۲۹:۲، ۱۸؛ ۳۰:۲، ۲۱؛ ۳۱:۲؛ ۳۲:۲، ۱۸؛ ۳۳:۲، ۷، ۱۰، ۱۲، ۲۴، ۳۰؛ ۳۴:۲؛ ۳۵:۲؛ ۳۶:۱، ۱۷؛ ۳۷:۳، ۹، ۱۱، ۱۶؛ ۳۸:۲، ۱۴؛ ۳۹:۱، ۱۷؛ ۴۰:۴؛ ۴۳:۷، ۱۰، ۱۸؛ ۴۴:۵؛ ۴۷:۶؛ دانی ایل/دانیال ۸:۱۷)

نمبر۴۔ کتاب مقدس نے آدم زاد جبکہ کلام مقدس نے ابنِ انسان لکھا ہے۔(یوحنا ۲۷:۵؛ مکاشفہ ۱:۱۳؛ ۱۴:۱۴)

کنگ جیمز ورژن (۱۶۱۱ء) میں son of man کے الفاظ متی ۲۵:۱۳ میں موجود ہیں اور اس کی اس ورس کی پوری عبارت یوں ہے:

Watch therefore, for ye know neither the day nor the hour wherein the Son of man cometh.

جبکہ کتاب مقدس کی اس ورس کی عبارت یہ ہے: "پس جاگتے رہو کیونکہ تم نہ اُس دن کو جانتے ہو نہ اُس گھڑی کو۔" کلام مقدس کی عبارت بھی تقریباً یہی ہے۔ ان دونوں نے (wherein the Son of man cometh) یعنی "جس میں ابنِ آدم/ابنِ انسان نے آنا ہے" کے الفاظ کو تحریف کرتے ہوئے رد کیا ہے اور اردو بائبلوں میں شامل نہیں کیا ہے۔

کنگ جیمز ورژن (۱۶۱۱ء) میں son of man کے الفاظ مرقس ۱۳:۳۴ میں موجود ہیں اور اس کی اس ورس کی پوری عبارت یوں ہے:

For the Son of man is as a man taking a far journey, who left his house, and gave authority to his servants, and to every man his work, and commanded the porter to watch.

ترجمہ: ابنِ آدم/انسان کا حال اس آدمی کا سا ہے... جبکہ کتاب مقدس اور کلام مقدس دونوں کے مطابق یہ ورس یوں شروع ہوتی ہے: یہ اس آدمی/شخص کا حال ہے... اب واضح ہے کہ ان دونوں نے ان الفاظ کو خارج از بائبل کیا ہے۔

۱۳۔ یہاں یہودی یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ اس کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے کہ عہد نامہ جدید اور عیسائی تعلیمات کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا لقب (Son of Man) یعنی ابنِ آدم ہے اور ہر انسان کی نجات (salvation) ابنِ آدم یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے پر منحصر ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک عہد نامہ جدید خُدا کا کلام ہے۔ خُدا کیونکہ جھوٹ نہیں بولتا اس لیے عہد نامہ جدید کی تعلیمات زبور/ مزمور ۱۴۶: ۳۔۴ سے متضاد ٹھہرتی ہیں کیونکہ اس کے مطابق ابنِ آدم پر بھروسے سے کسی کی نجات نہیں ہے۔

۱۴۔ کتاب مقدس کے برعکس کلام مقدس نے ملاکی کی کتاب میں چوتھا باب نہیں بنایا اس لیے اس کے مطابق یہ حوالہ غلط ہوگا۔ اس کے مطابق اس عبارت کا صحیح حوالہ (ملاکی ۳: ۲۳) بنتا ہے۔

۱۵۔ یہ نام (Hashem) حضرت داؤد علیہ السلام کی فوج کے سپہ سالاروں میں سے کچھ کا باپ بتایا جاتا ہے۔ بائبل میں اس کا تذکرہ دو جگہ (۲۔ سموئیل ۲۳: ۳۲ اور ۱۔ تواریخ ۱۱: ۳۴) پر ملتا ہے۔ ۲۔ سموئیل میں کتاب مقدس نے اسے 'بنی یسین' جبکہ کلام مقدس نے 'یاشین جُونی' لکھا ہے۔ ۱۔ تواریخ ۱۱: ۳۴ میں کتاب مقدس نے اسے 'بنی ہشیم جزونی' جبکہ کلام مقدس نے 'بنی حاشیم جزونی' لکھا ہے۔ اس اُلجھن کے متعلق عیسائی علماء لکھتے ہیں:

"Jashen, father of some of David's heroes (II Sam. 23:32). Confusion arises from 1 Chronicles 11:33f where his father is called Hasem, the Gizonite." [*Zondervan Pictorial Bible Dictionary*, (Grand Rapids, MI: Zondervan publishing House, 1967), p. 403]

ترجمہ: یاشین، داؤد کے کچھ سپہ سالاروں کا باپ تھا۔ ۱۔ تواریخ ۱۱: ۳۳ و مابعد سے اُلجھن پیدا ہوتی ہے جہاں اس کے باپ کو ہاشیم جزونی گیا ہے۔

اسی خرابی کا حل ایک عیسائی عالم نے یوں بیان کیا ہے:

In all probability this [Hashem the Gizonite] should be corrected to 'Jashen the Gunite.' [James Hastings (ed.), *Hastings' Dictionary of the Bible*, (USA: Hendrickson Publishers, 2001), p. 296]

"غالباً یہ [ہاشیم جزونی] غلط ہے، اسے درست کر کے 'یاشین جُونی' لکھنا چاہیے۔

یہ حل اکثر بائبلوں کے مترجمین کو تو شاید منظور نہیں ہوا لہٰذا انہوں نے اس الجھن کو برقرار رکھا ہے لیکن New American Bible جو کیتھولک عیسائیوں کی بائبل ہے میں ۱۔ تواریخ ۱۱: ۳۴ میں Hashem کی بجائے Jashen the Gunite پایا جاتا ہے۔ عیسائیوں کی انوکھی دیانتداری اس بات

سے بھی واضح ہوتی ہے کہ کیتھولک عیسائیوں کی ایک اور انگریزی بائبل New Revised Standard Version نے اسی ورس کے حاشیہ میں ایک اور حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ عبرانی متن میں یہاں 'the sons of Hashem' یعنی ہاشیم کے بیٹے ہے۔ اگر عبرانی متن میں ہاشیم کے بیٹوں کا ذکر ہے تو موجودہ بائبلوں میں اس کی بجائے ہاشیم کو کس اتھارٹی کی بنیاد پر متن میں بدل دیا گیا ہے؟

۱۶۔ یہاں یہودی مضمون نگار نے تناخ، یرمیاہ ۳۱:۱۵ کا حوالہ دیا ہے جبکہ کتاب مقدس کے مطابق اس عبارت کا حوالہ پُرانا عہد نامہ، یرمیاہ ۳۱:۱۵۔۱۷ بنتا ہے۔

۱۷۔ یہودی نے جو عبارت نقل کی ہے وہ ساری عیسائیوں کی بائبل میں نہیں پائی جاتی۔ دوسری بات یہاں قابلِ ملاحظہ یہ ہے کہ کتاب مقدس نے اس انگریزی عبارت کے ترجمے میں اضافہ کیا ہے کیونکہ اردو میں جو ''فرات'' کا لفظ قاری کو نظر آ رہا ہے اس کے لیے صرف (river) کا لفظ ہے جو کوئی بھی دریا ہوسکتا ہے۔

۱۸۔ یہودی مضمون نگار کے مطابق اس عبارت کا حوالہ (تناخ: یسعیاہ ۹:۱) ہے جبکہ کتاب مقدس کے مطابق اس ساری عبارت کا حوالہ (یسعیاہ ۹:۲۔۴) بنتا ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان دونوں میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۱۹۔ یہودی مضمون نگار نے یہاں جو حوالہ دیا ہے وہ کتاب مقدس میں مذکور عبارت کے حوالے کے مطابق درست نہیں ہے کیونکہ وہاں متی ۴:۱۳ کی بجائے متی ۴:۱۳۔۱۶ ہے۔

۲۰۔ کتاب مقدس سے نقل شدہ اس ترجمے میں بریکٹ ہے حالانکہ یہ یہودی کی نقل کردہ عبارت میں نہیں ہے۔ بریکٹ بائبل میں کسی عبارت کے مشکوک ہونے کی علامت ہوتی ہے۔

۲۱۔ یہاں یہودی مضمون نگار نے کنگ جیمز ورژن (King James Version) نامی بائبل سے زبور ۲۲:۱۷ کا حوالہ دیا ہے جبکہ کتاب مقدس کے میں یہ ورس ۱۷ کی بجائے ۱۶ نمبر پر مکتوب ہے۔ جس یہودی کی یہ بات سچی معلوم ہوتی ہے کہ عیسائی کتب مقدسہ میں ہیر پھیر کرتے رہتے ہیں۔ کیتھولک عیسائیوں کی بائبل کلام مقدس میں یہ زبور ۲۲/واں نہیں بلکہ ۲۱/واں ہے البتہ اس میں یہ ورس یہودی کے حوالے کے مطابق ۱۷/ویں ہے۔

۲۲۔ (کتاب مقدس، احبار ۱۷:۱۱) کا ترجمہ ''کیونکہ جسم کی جان خُون میں ہے اور مَیں نے مذبح پر تُمہاری جانوں کے کفارہ کے لیے اُسے تُم کو دِیا ہے کہ اُس سے تُمہاری جانوں کے لیے کفارہ ہو کیونکہ جان رکھنے ہی کے سبب سے خُون کفارہ دیتا ہے۔'' یہودی مضمون نگار کی مذکورہ عبارت کے ساتھ انصاف نہیں کرتا۔ البتہ کیتھولک ترجمہ اس کی عبارت کے مطابق ہے۔ (۱۶/جون ۲۰۰۳ء بروز اتوار)

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

خلیفۂ رضا حضرت مولانا غیاث الدین کی نعتیہ شاعری

از: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف

ماہرین فلکیات نے اب تک نظام شمسی کے کئی سیاروں کو کھوج نکالا ہے اور نئے نئے سیاروں کی تلاش کا کام تاہنوز جاری ہے۔ جہانِ رضویات بھی ایک نظامِ شمسی ہی کے مثل ہے جس کے مرکز یعنی شمس تاباں ہیں اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز اور سیارے ان کے خلفاء کرام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم!

اپنے جن خلفاء کا تذکرہ امام احمد رضا نے اپنی تالیف ''الاستمداد علی اجیال الادتداد'' میں دعائے خیر کے ساتھ کیا ہے۔ ان کے علاوہ حرمین طیبین و دیگر بلاد اسلامیہ اور برصغیر کے خلفاء رضا کے تذکرے بھی چھپ چکے ہیں لیکن نظام رضویہ کے مزید سیارگان یعنی خلفاء کی تلاش اور کھوج کا کام اب بھی جاری ہے۔

۲۰۰۲ء میں فاضل نوجوان مولانا محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحلؔ شہسرامی نے امام احمد رضا کے حسب ذیل دو خلفاء و تلامذہ کی تحقیق کا کارنامہ انجام دیا:-

۱۔ حضرت مولانا سید شاہ غیاث الدین شریفی رضوی ۲۔ حضرت مولانا حکیم حافظ کلیم احمد خاں دانش شہسرامی۔ اوّل الذکر کی حیات اور شاعری پر حضرت ساحلؔ نے ایک کتاب بنام ''مولانا سید شاہ غیاث الدین حسنؔ شریف رضوی۔ حیات اور شاعری'' مرتب فرمائی جسے خانقاہ غیاثیہ شریفیہ شہسرام نے شائع کیا۔

حضرت مولانا سید شاہ غیاث الدین حسنؔ شریفی رضوی:- ولادت: ماہ شوال ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۷ء بمقام رجہت (بہار) وصال: ۱۳ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء بمقام شہسرام کو حضرت مولانا سید شاہ محمد شریف ملت بہ صفی اللہ چشتی قادری نور اللہ مرقدہ سے بیعت و خلافت کا شرف تو حاصل تھا۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے شرف تلمذ کے ساتھ ساتھ خلافت و اجازت بھی حاصل تھی۔ آپ یک عالم باعمل، صوفی باصفا، شیخ طریقت اور شاعر بھی تھے۔ آپ مسلک و مشرب اور مسلک شعری ہر اعتبار سے امام احمد رضا ہی سے وابستہ تھے۔

حضرت شاہ غیاث الدین قبلہ تخلص میں ''شریفی'' اور ''حسنؔ'' اور کبھی کبھی ''غیاثؔ'' بھی برتتے تھے۔ آپ نے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں اشعار کہے ہیں۔ آپ کی شاعری حمد، نعت، منقبت اور متصوفانہ غزلیات پر مشتمل ہے۔

زیر نظر مضمون میں آپ کی اردو نعتوں کا ایک جائزہ پیش کیا جائے گا۔

حضرت قبلہ مولانا سید غیاث الدین حسنؔ شریفی اپنی نعت گوئی کو شاعری نہ کہہ کر اسے اظہار حال دل کہتے ہیں۔

شاعری شیوہ رہا ہے نہ حسنؔ کا بھی کبھی
حالتِ دل کو یہ بکتا ہے رسول عربی

انسان: اپنا دُکھ، درد، کرب و کسک اور دل کی تڑپ اسی کو سناتا ہے جو اس کا سب سے زیادہ پیارا اور سب سے بڑا سہارا ہوتا ہے: یہاں تو وہ پیارا ایسا انوکھا اور پیارا ہے جو خود خدا کا پیارا، کونین کی آنکھوں کا تارا اور سارے جگ کا سہارا ہے اور صرف اسی عالم کا نہیں عالم آخرت کا بھی سہارا ہے اور صرف اور صرف اسی کی محبت ایمان ہے۔

ملاحظہ کیجئے حضرت غیاث اپنے پیارے پر کس طرح نچھاور ہو رہے ہیں اور اسے کیا کچھ جانتے اور مانتے ہیں۔

ہوں روزازل سے میں دیوانہ محمد کا — شمع رخ مولیٰ کا پروانہ محمد کا
یہ جان و جگر دونوں حضرت پہ تصدق ہے — سر اپنا کیا حاضر نذرانہ محمد کا
بجز تمہارے نہیں جو سُنے کوئی فریاد — تمہارے فضل کا تکیہ ہے یا رسول اللہ
نہیں سوا تیرے کوئی بھی حامی و ناصر — تمہارا سب کو بھروسا ہے یا رسول اللہ
شفیع روز جزا رحمت دو عالم ہو — تمہیں ہو خلق کی بنیاد یا رسول اللہ
جہاں میں آپ کی الفت میں اصل ایماں ہے — تمہیں ہو قبلۂ ایمان یا رسول اللہ

حضرت غیاث کے یہ اشعار سرکار ابد قرار ﷺ سے بے پایاں عقیدت کے مظہر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے تعلق سے ان عقائد حقہ کے بھی مظہر ہیں جو قرآن و سنت اور اخبار و آثار سے ظاہر و باہر ہیں اور وہ عقائد ہیں۔

حضور ﷺ: فریادرس، حامی و ناصر، مددگار، شافع روز شمار، اصل تکوین عالم اور جان ایمان ہیں۔

نبی امی علیہ التحیۃ والثنا: نور الٰہ، محبوب خدا، افضل المرسلین، خاتم الانبیاء، کائنات گیر اقتدار کے مالک ہیں آپ کو جسمانی معراج حاصل ہوئی۔ اشعار ملاحظہ کیجئے:

تو نور پاک سراپا ہے یا رسول اللہ — خدائے پاک کا سایہ ہے یا رسول اللہ
خدائے پاک نے لولاک تم کو فرمایا — حبیب پاک تو واللہ ہے یا رسول اللہ

قسم خدا کی نہیں آپ کا کوئی ثانی — تو سب رسولوں میں یکتا ہے یا رسول اللہ
تم ختم رسالت بھی ہو لولاک لما ہو — پھر کیسے کہے کوئی تم کون ہو کیا ہو
اے شب اسریٰ کے آقا صدقہ مازاغ دے — ہے لگائے آس بندہ تیرے در پر یا رسول اللہ

حقیقۃً نعت عقیدت وعقیدہ کا مظہر ہے۔ عقیدہ کے اظہار میں بھی عقیدت ہی محرک ہوتا ہے کہ واللہ آقا کس قدر عظمت شان والے ہیں کہ وہی اصل تکوین عالم ہیں، غیب داں ہیں، کائنات گیر اقتدار کے مالک ہیں وغیرہ وغیرہ پس جب ایک عاشق رسول عقائد کا اظہار کرتا ہے تو اس کی فدائیت شباب پر ہوتی ہے اور وہ بیک وقت عشق وعقیدت اور عقیدہ دونوں کا اظہار کر دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت مندرجہ بالا اشعار سے واضح ہے۔ ایک شعر اور بھی دیکھئے کہ حضرت غیاث کس قدر فدائیت کے انداز میں سرکار کی خوبیوں کا بیان کرتے ہیں:

محبوب کبریا ہو رؤف و رحیم ہو — اپنی نگاہ لطف سے دیکھو ذرا مجھے

اظہار عشق وعقیدت: ــنعت میں اظہار عشق برائے شاعری بہت آسان ہے مگر یہ نمائش عاقبت کی بربادی کا باعث بھی ہوسکتی ہے۔ یہاں اظہار محبت اور وارداتِ قلبی کے اظہار میں صداقت و اصلیت لازمی ہیں۔ عاشق محبوب کے نام کا وظیفہ پڑھتا ہے، ذکر حبیب کرتا ہے، حبیب کے جمال کی توصیف میں رطب اللسان رہتا ہے اور اس کے روئے انور کی ایک جھلک کے لیے بیتاب رہتا ہے۔ وہ دیار حبیب ہی میں جینا اور مرنا چاہتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت حسنؔ شریفی کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے۔ ان اشعار میں کہیں کہیں تشبیہات، اقتباسات اور تلمیحات کے جلوے بھی بانکپن بھرتے نظر آئیں گے:۔

تمہارے نام کی ہر وقت اب دوہائی ہے — سنو شریفیؔ کی فریاد یا رسول اللہ
منقوش ہے بس نام محمد اے شریفیؔ — اچھا ہے حسنؔ دیکھ نگینہ مرے دل میں
(تشبیہ)

تمہاری یاد میں سوز دروں ہے حد سے فزوں — دکھا دو حسن خدا داد یا رسول اللہ
تمہارا ذکر کروں اور میں درود پڑھوں — یہی وظیفہ رہے یاد یا رسول اللہ
تیرا ہو کر کے رہوں دونوں جہاں میں مولیٰ — تجھ سوا اور نہیں کوئی تمنا دل میں
(اظہار وفاداری)

حسن یوسف کی تھی شیدا اک زلیخا مصر میں — آپ کی شیدا خدائی میرے سرور یا رسول
(تلمیح)

والضحیٰ لاریب ہے روئے منور کی قسم سورۂ والیل ہے وہ زلف عنبر یا رسول اللہ
(اقتباس تشبیہہ)

مدینہ امینہ سے وابستگی:

الٰہی تجھ سے ہے دن رات التجا میری مروں مدینے میں یارب جیوں مدینے میں
الٰہی کھینچ دے آنکھوں میں ہو بہو نقشہ بنادے شکل مدینے کی میرے سینے میں

وارداتِ قلبی کا اظہار:-

تیرے ہجر میں اب تو مشکل ہے جینا لیے وصل جلد اب بلاؤ محمد ﷺ
ایک مدت سے تپ فرقت میں جلتا ہے حسنؔ شیئاً للہ جلد دکھلا روئے انور یا رسول اللہ
تڑپ ہے درد ہے دل کی عجیب حالت ہے میرا یہ حال ہے مرنے میں ہوں نہ جینے میں
فراق و ہجر مدینہ میں مرغ بسمل ہے یہ خستہ جان و جگر جو ہے میرے سینے میں
سوز فرقت میں شہا حال دل زار ہے یہ دوپہر دھوپ سا جلتا ہے رسول عربی

حضرت غیاث نے چند اشعار پر مشتمل ایک سلام بھی لکھا ہے اس میں بھی یہی کیفیت رچی بسی ہے۔

خدا کے واسطے باد صبا سلام علیک در حضور میں لیجا مرا سلام علیک
حضور روضۂ اقدس کی بس تمنا ہے یہی حسنؔ کے ہے دل کی دعا سلام علیک

ترکیب سازی: ناعت حضرت منعوث علیہ السلام کے لیے عظیم سے عظیم تر اور بہتر سے بہتر القاب و آداب ڈھالتا ہے اور اس کے لیے ترکیب سازی کرتا ہے۔ اس ترکیب سازی میں اشتعارات کے حسین جلوے بھی ہوتے ہیں۔ حضرت شریفی نے بھی ترکیب سازی فرمائی ہے۔ چند تراکیب درج ذیل ہیں:
''مطلع انوار وحدت، منبع اسرار حق، باعثِ اظہارِ کثرت، اصلِ پیکر، رونقِ بستانِ عالم، سرمایۂ ایمانِ عالم، افتخارِ نوح و آدم، خیر مجسّم'' وغیرہ۔

جیسا کہ حضرت غیاث علیہ الرحمہ نے خود فرمایا ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ شاعری نہیں ہے بلکہ حالِ دل ہے۔ لاریب حضرت غیاث کی شاعری ان کے دل کی آواز، کرب و کسک کا ساز اور عشق کا نغمہ ہے۔ عشق کے بول سیدھے سچے۔ تصنع اور بناوٹ سے عاری ہوتے ہیں مگر ذوق و وجدان اور دلوں کو موہ لینے والے ہوتے ہیں۔ بس حضرت غیاث کا نعتیہ کلام ایسا ہی سادہ مگر من موہن اور پرتاثیر ہے۔

OOOOOOO

حضرت الحاج محمد سعید نوری معتمد "رضا اکیڈمی" ممبئی کی خدمات

از : غلام غوث قادری
(فاضل، نظامی و شمسی، ایم، اے، پی، ایچ، ڈی،)
رانچی، جھارکھنڈ، ہند،

ناشرِ سُنّیت، مخلصِ قوم و ملّت حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب معتمد "رضا اکیڈمی" ممبئی، اب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف اپنی گو ناگوں خصوصیات کے باعث ملک و بیرونِ ملک مشہور و معروف ہو چکے ہیں۔ یہ "رضا اکیڈمی" ممبئی کے معتمد (سکریٹری) کے عظیم عہدہ پر تو فائز تھے ہی مگر اب تو دنیائے سُنّیت کے معتمد (قابلِ اعتماد) بن گئے ہیں۔ مسلکِ اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت ان کا مطمح نظر اور مقصدِ اوّل ہے۔ چونکہ صدیوں میں بکھرے علماء اہل سنت و جماعت کے کارناموں اور افکار و نظریات سے استفادہ کرنا اور کرانا کوئی آسان کام نہیں، جب کہ دنیائے سُنّیت کی عظیم عبقری شخصیت، دین کے مجدد، عشقِ رسالت کے گنج گراں مایۂ ناز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی قدس سرہٗ کی ذاتِ ستودہ صفات کے ذریعہ کما حقہ، اسلاف کرام، اکابر علماء اہل سنت و جماعت کی ترجمانی ہوتی نظر آتی ہے۔ اس لیے نوری موصوف نے (دیگر مخلصینِ اہل سنت و جماعت کی طرح) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت میں تن، من، دھن کی بازی لگا رکھی ہے۔ ایسا نہیں کہ صرف بازاری اشتہارات اور بے جا پروپیگنڈے کے ذریعہ عوام و حکمراں طبقے سے دنیاوی منفعت و شہرت حاصل کر رہے ہیں معاذ اللہ! بلکہ "بات کم کام زیادہ" کے مصداق ہیں۔ آج محترم موصوف کی قدر و شہرت ان کے کام کی وجہ سے ہے۔

جناب محمد سعید نوری صاحب نے ۱۹۷۸ء میں چند محبّینِ اہل سنت و جماعت کی معیت میں "رضا اکیڈمی" ممبئی کا سفر شروع فرمایا۔ بس کیا تھا سبحان اللہ! الحمد للہ! جس طرح اعلیٰ حضرت سیدنا الحاج الشاہ امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ہمہ گیر شخصیت اپنے پاکیزہ کردار و کارنامے کی وجہ سے پورے عالمِ اسلام میں محتاج تعارف نہیں بس اسی طرح ان کی ذات سے منسوب ہوکر "رضا اکیڈمی" نے بھی میدانِ عمل میں ملک و بیرونِ ملک اپنا مقام بنا لیا ہے۔ ...... خدماتِ دین کی وسعت اس قدر بے پناہ ہیں کہ صرف دو ہاتھوں سے تمام کام انجام نہیں دیئے جاسکتے اس لیے خدمات کے دائرۂ کار کے پیش نظر محترم موصوف نے کئی شہروں

میں ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کی متحرک و فعال شاخیں بھی قائم کردی ہیں۔

''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے ذریعہ محترم محمد سعید نوری صاحب نے اب تک جو عظیم کارنامے انجام دیئے اس سے متبعینِ اہل سنت و جماعت ہند کا سر فخر سے بلند ہوتا نظر آرہا ہے۔ یوں تو ہماری بیشتر تنظیمیں، تحریکیں دین و سُنّیت کا کام انجام دے رہی ہیں اور اپنے دائرۂ کار میں الحمدللہ قابلِ قدر ہیں۔ مگر ''رضا اکیڈمی'' ممبئی نے دینی، مسلکی، جماعتی، سیاسی، معاشرتی اور دیگر ہمہ گیر عظیم خدمات کے ذریعہ جو مقام و مرتبہ حاصل کیا ہے اس کی مثال اپنے آپ ہے۔

''رضا اکیڈمی'' ممبئی نے اپنے جدید طرز و انداز میں خدمتِ دین و سُنّیت کی وجہ سے ہر خاص و عام کے ذہن و دماغ میں گھر بنا لیا ہے۔ حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب کو ہمہ اوقات یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ اکابر علماء اہل سنت کا تعارف کس طرح جدید اور سائنٹیفک انداز میں پیش کیا جائے تاکہ اس کے اثرات مثبت اور دیرپا ہوسکیں۔ چنانچہ میڈیا اور عوام الناس سے انہیں متعارف کرانے کے لیے آئے دن نت نئی راہیں ہموار کرنے میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ مسلکِ اعلیٰ حضرت (جو کہ مسلکِ اسلاف کرام ہے) کے حوالے سے دین و سُنّیت کا کام انجام دینے والے علماء کرام کی قدر دانی ان کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

چنانچہ ۱۰ رشوال المکرم ۱۴۱۸ھ کو ممبئی میں ہی ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے ذریعہ ایک عظیم الشان تقریب میں فقیہہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب قبلہ قدس سرہٗ صدر دارالافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، رئیس القلم قائد ملت حضرت علامہ مولانا ارشد القادری صاحب قبلہ قدس سرہٗ جمشید پور، استاذ العلماء بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ مبارکپوری، حضرت علامہ مولانا مفتی غلام محمد صاحب قبلہ ناگپوری اور حضرت علامہ مولانا مفتی جلال الدین امجدی صاحب قبلہ قدس سرہٗ بستوی کو ان کی دینی، مذہبی اور بالخصوص مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں نمایاں خدمات کی انجام دہی کی وجہ سے ''امام احمد رضا ایوارڈ'' پیش کیا۔ یہ عظیم کام بذاتِ خود اہمیت کا حامل ہے۔ مزید برآں اپنے اشاعتی پروگرام کے تحت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی ۱۰۰ سو کتابوں کو زیورِ طبع سے آراستہ کرایا جن کا اجراء بھی اسی تقریب سعید میں اکابر علماء کرام کے نورانی دستہائے مبارک سے ہوا۔

جب کہ گذشتہ جنوری ۲۰۰۰ء میں ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے زیر اہتمام دو روزہ جشنِ شارح بخاری کا انعقاد کیا گیا جس میں دوسرے روز کے اجلاس میں فقیہہ اعظم ہند علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی

قدس سرہٗ صدر شعبۂ دارالافتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ یوپی کو بخاری شریف کی شرح ''نزہۃ القاری فی شرح بخاری'' کی تصنیف کے اعزاز میں ہزاروں عوام اور سیکڑوں علماء اہل سنت کی موجودگی میں منبر خطابت پر چاندی کی اینٹوں سے تول کر ان کی نذر کیا گیا۔

۱۰؍ شوال ۱۴۲۲ھ / ۲۵؍ دسمبر ۲۰۰۱ء بروز منگل کو ممبئی کی سُنّی بڑی مسجد (مدنپورہ) میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ولادت شریف کے ۱۵۰ سال مکمل ہونے پر جشنِ ولادت کی تقریب سعید ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے زیر اہتمام منانے کا شرف حاصل کیا۔ اور ۲۷؍ دسمبر ۲۰۰۱ء کو ۱۰؍ بجے رات میں بحری پروگرام ممبئی کے گیٹ وے آف انڈیا پر ہوا جس میں کثیر تعداد میں اجلۂ علماء کرام نے شرکت کی۔ جن میں سے بعض نے تلاوتِ کلام الٰہی، حمد پاک اور نعت و مناقب پیش فرمائے تو کچھ نے اپنے وعظ و بیان سے لوگوں کے قلوب کو منور و مجلّی فرمایا۔ ''بحری جشنِ رضا'' کا اختتام صلوٰۃ وسلام پر ہوا۔ اس کے بعد لنگر کی تقسیم کا کام انجام پایا۔

اسی سلسلے کی کڑی ۱۳؍ جنوری ۲۰۰۲ء بروز اتوار ''بحری جشن رضا'' کی تقریب کے ایک ہفتہ بعد ''رضا اکیڈمی'' ممبئی نے ''فضائی جشن رضا'' کا اہتمام فرما کر حضور جانِ عالم نورِ مجسم ﷺ کے ذکر شریف کے ساتھ ان کے عاشقِ صادق امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا ذکر مبارک کر کے اپنی عاشقی کا بہترین نمونہ پیش کیا۔

کیوں رضؔا آج گلی سونی ہے
اُٹھ میرے دھوم مچانے والے

اس فضائی تقریب میں بھی کثیر تعداد میں علماء کرام نے شرکت کی۔ جن کے نورانی بیانات بھی ہوئے اور اسی تقریبِ سعید میں عالمِ باعمل ماہر رضویات حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب رضوی قبلہ بریلی شریف کی مرتبہ کتاب ''جامع الاحادیث'' کا اجراء بھی ہوا۔ اس کتاب مبارکہ کے مرتب حضرت علامہ مولانا مفتی محمد حنیف رضوی صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کی کتاب ''فتاویٰ رضویہ شریف اور اُن کی دیگر کتب و رسائل سے تین ہزار چھ سو تریسٹھ (3663) احادیثِ مبارکہ کو یکجا فرما دیا ہے جسے ''مرکز اہلِ سنت برکاتِ رضا'' پور بندر نے شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ سبحان اللہ! قابلِ مبارکباد ہیں حضرت علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب قبلہ مدظلہ العالی پور بندر، جنھوں نے ''جامع الاحادیث'' شریف کی طباعت و اشاعت کے بارِ گراں کو اٹھایا۔

یہ فضائی سفر "سانتا کروز ائیر پورٹ ممبئی سے شروع ہوکر پونہ تک اور پھر واپس ہوکر "سانتا کروز ائیر پورٹ ممبئی تک تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہا۔ فضائی سفر کے اختتام کے بعد "رضا اکیڈمی" ممبئی نے ہوٹل سینٹور میں شرکاء کی ضیافت کی۔

ماہنامہ اشرفیہ کے شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء میں ناشرِ سُنّیت ہمدردِ قوم وملت الحاج محمد سعید نوری، معتمد "رضا اکیڈمی" ممبئی کا ایک اور تازہ پروگرام پڑھنے کو ملا۔ یعنی عالمِ اسلام کے عظیم دینی، روحانی پیشوا حضور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے شہزادے تاجدارِ اہلِ سنت حضرت علامہ مولانا مفتیٔ اعظم محمد مصطفےٰ رضا خان قادری، نوری قدس سرہ کے ۱۱۳ سالہ "جشنِ ولادت شریف" کا پروگرام ہوٹل ساحل ممبئی میں رضا اکیڈمی کے زیرِ اہتمام منعقد ہوا۔ اس میں بھی علماء کرام کی ایک کثیر جماعت نے شرکت فرمائی اور حسبِ روایت تلاوتِ قرآن مقدس، حمد ونعت ومناقب اور نورانی بیانات سے سامعین کے قلوب واذہان منور ومجلّیٰ ہوئے۔ اس تقریبِ سعید میں بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کے عاشق الحاج محمد سعید نوری نے اپنی عاشقی کا ثبوت جدید انداز میں پیش فرمایا۔ یعنی سرکار مفتیٔ اعظم بریلی شریف کے ایک سو تیرہ (۱۱۳) سالہ ولادت شریف کی مناسبت سے قیمتی میوہ جات کی آمیزش سے ایک سو تیرہ (۱۱۳) کیلوگرام افلاطون کا اہتمام فرمایا۔ جس کو تیار کرنے میں پانچ روز لگے تھے۔

نوری موصوف کے یہ عظیم اور نادر و نایاب کارنامے دلچسپ ہیں اور زرّیں حروف سے لکھنے کے قابل بھی۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ناشرِ سُنّیت الحاج محمد سعید نوری صاحب رضا اکیڈمی کے توسط سے وہ کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں جسے رہتی دنیا یاد رکھے گی۔ سب سے اہم کام دینی کتابوں کی نشر واشاعت ہے۔ "رضا اکیڈمی" ممبئی کی ایک قدیم مطبوعہ فہرست کے مطابق اس کے ذریعہ ۲۳۲ کتابیں شائع ہوئی ہیں، جن میں بیشتر کتابیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ کی ہیں۔ جنہیں اکثر مفت تقسیم کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جب کہ نہ معلوم رضا اکیڈمی کی شاخوں کے ذریعہ کتنی کتابیں شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

ناشرِ سُنّیت ہمدردِ قوم وملت الحاج محمد سعید نوری صاحب معتمد "رضا اکیڈمی" ممبئی کے یہی کارنامے رفقاء ومحبین کے دلوں میں گھر کر جانے کے لیے کچھ کم نہ تھے۔ ان کی وقعت ہر صاحبِ دل کے قلب وجگر میں مزید اس وقت بڑھ گئی جب اس مجاہدِ سُنّیت شیرِ اعلیٰ حضرت نے اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر ظالم امریکہ

کی ظلم و بربریت کے شکار عراقی عوام کے لیے ریلیف لے کر عازمِ عراق ہوئے۔ جب کہ ایسے موقع سے عراق کے لیے سفر کرنا موت کے منہ میں جانے سے کچھ کم نہ تھا۔ ۳۰؍ مارچ ۲۰۰۳ء شب میں جس وقت بی۔ بی۔ سی سے فدوی نے یہ خبر سنی کہ جناب محمد سعید نوری صاحب معتمد ''رضا اکیڈمی'' ممبئی اپنے چند رفقاء کے ساتھ مظلومینِ عراق (بغداد شریف) کے لیے ریلیف لیکر ارضِ مقدس گئے ہیں۔ تو دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی و مسرّت اس وقت دو بالا ہوگئی جب صبح مقامی ڈیلی اخبار ''پربھات خبر'' ہندی میں یہ خبر دیکھنے کو ملی کہ ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے چند ارکان بغداد پہونچے۔ سبحان اللہ! جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب نے تو اس عظیم کارنامے کے ذریعہ سوادِ اعظم عالمِ اسلام کا بالعموم اور بالخصوص وابستگانِ مسلک اعلیٰ حضرت کا سر بلند کر دیا کہ سرکارِ بغداد کی بارگاہ میں ہماری نمائندگی ہوگئی۔ قابلِ مبارکباد ہیں جناب الحاج محمد سعید نوری صاحب معتمد (سکریٹری) ''رضا اکیڈمی'' ممبئی جنہیں عشقِ رضا کے طفیل اللہ رب العزت نے یہ شرف بخشا۔

دعا ہے مولیٰ تبارک و تعالیٰ انہیں حیاتِ خضر عطا فرمائے اور ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کو مزید بلند مرتبہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

مآخذ

(۱) ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور۔ شمارہ اپریل ۲۰۰۳ء

(۲) سہ ماہی افکارِ رضا، ممبئی۔ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء

(۳) پیش لفظ مشمولہ رسالہ ''صحنِ مسجد کا حکم'' از اعلیٰ حضرت

(۴) مطبوعہ فہرست رضا اکیڈمی

(۵) مختلف رسائل رضویہ مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئی

(۶) ماہنامہ کنز الایمان، دہلی۔ شمارہ جون ۲۰۰۱ء

سختی و نرمی

دیکھو نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔

(قولِ اعلیٰ حضرت: الملفوظ)

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔

☆ علماءِ اہلِ سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔

☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔

☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔

☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب
پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

RAZA GRAPHICS - 3439863